فنِ اَسماءُ الرِّجال

اور

ہندوستانی علماء کی خدمات

تالیف

خورشید احمد اعظمی مدنی

المکتب العلمی

فن اسماء الرجال اور ہندوستانی علماء کی خدمات

فن اسماء الرجال

اور

ہندوستانی علماء کی خدمات

تالیف
خورشید احمد اعظمی مدنی

المکتب العلمی

نام کتاب	فن رجال اور ہندوستانی علماء کی خدمات
مؤلف	خورشید احمد اعظمی مدنی
صفحات	۱۱۸
قیمت	
طبع اول	۲۰۲۵ء

المکتب العلمی مئو

بسم الله الرحمن الرحیم

عناوین

****

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اکتوبر ۲۰۱۹ء میں مادر علمی دارالعلوم مئو (اتر پردیش) کے تعاون واشتراک سے مرکزی عنوان ”ہندوستان میں علم حدیث اور ممتاز ہندوستانی محدثین“ پر ایک ”دوروزہ سیمینار“ کا انعقاد کیا تھا، جس کے متعدد ذیلی عناوین میں ایک عنوان: ”فن رجال اور ہندوستانی علماء کی خدمات“ پر لکھنے کی سعادت بے بضاعت راقم السطور کو بخشی گئی، ذیلی عناویں میں ایک عنوان ”فن جرح وتعدیل اور ہندوستانی علماء کی خدمات“ بھی تھا اس لئے راقم السطور نے اپنے مقالہ کو، فن اسماء الرجال والرواۃ میں ہی محدود رکھا، اور فن جرح وتعدیل میں ہندوستانی علماء کی خدمات کے متعلق کچھ لکھنے سے تعرض نہیں کیا۔

سیمینار کے لئے جو مقالہ تیار کیا گیا تھا، وہ مختصر اور چند شخصیات کی خدمات کے تذکرہ تک ہی محدود تھا، ماہ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ میں اللہ عزوجل کی توفیق سے یہ خیال پیدا ہوا کہ اس مقالہ کو وسعت دی جائے، چنانچہ حتی الوسع میسر مراجع میں تلاش وجستجو کے بعد اس موضوع سے متعلق جن علماء و محدثین کے بارے میں معلومات فراہم ہو سکیں، اسے اس مقالہ میں شامل کر دیا گیا ہے، احاطہ واستقصاء کا نہ دعوی ہے اور نہ عاجز بندہ کے بس کی بات ہے، العصمۃ والکمال للہ المتعال، جن اصحاب تراجم کے احوال اور جس قدر معلوم ہو سکے حسب ضرورت اختصار کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں، اور جو کتابیں دستیاب ہوئیں یا ان کے بارے میں کچھ تفصیلات فراہم ہوئیں، ان کی روشنی میں اس کتاب کا مختصر تعارف، منہج تالیف اور تراجم کے نمونے بھی ذکر کئے گئے ہیں، اور جن کتابوں کے بارے میں معلومات فراہم نہ ہو سکیں ان کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کر دیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ اس میں اضافہ وتذئیل کا باب کھلا ہے، کسی بھی نوعیت کا علمی تعاون شکر وقدردانی کا مستحق ہوگا، واللہ ھو الموفق۔

خورشید احمد اعظمی مدنی

جامعہ عربیہ تعلیم الدین مئو

۹؍شوال ۱۴۴۱ھ مطابق ۲؍جون ۲۰۲۰ء یوم الثلاثاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العلمين ، والصلاة والسلام على خاتم النبيين ، وعلى آله وصحبه أجمعين ، وبعد:

احادیث نبویہ کی شرعی حیثیت:

رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال اور آپ سے منسوب اخبار و احوال، جن کو شرعی اصطلاح میں حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے، اللہ کی کتاب کا بیان اور اس کی تفسیر ہیں، جیسا کہ آیت کریمہ: ﴿بالبينٰت والزبر و أنزلنا إليک الذكر لتبين للناس ما نزل إليهم و لعلهم يتفكرون﴾[1] [--اور ہم نے آپ پر ذکر یعنی قرآن اتارا تاکہ لوگوں کے لئے جو اتارا گیا ہے آپ اسے لوگوں سے بیان کر دیں، اور تاکہ وہ لوگ غور و فکر کریں] سے ظاہر ہے، اور رسول ﷺ کی اطاعت و پیروی واجب ہے ﴿ما اٰتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا﴾[2] [رسول تم کو جو دیں اسے قبول کرو، اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو]، اور آپ ﷺ کی اطاعت سے انحراف کفر کے مرادف ہے ﴿قل أطيعوا الله والرسول، فإن تولوا فإن الله لا يحب الكافرين﴾[3] [آپ کہدیں کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، تو اگر وہ روگردانی کریں تو بیشک اللہ پسند نہیں کرتا ہے کافروں کو]، اوراحکم الحاکمین کا یہ حکم آپ کے عہد میں موجود تمام انسانوں کے لئے، اور آپ ﷺ کے بعد قیامت تک آنے والے ہر فرد بشر کے لئے ہے، کیونکہ آپ کی بعثت سے سابقہ تمام شریعتیں ناقابل عمل اور منسوخ ہو گئیں، اب آپ ﷺ کی شریعت کے ماسوا کسی بھی شریعت کی اتباع نجات کا ذریعہ نہیں ہو گی، "لو كان موسى حيا ما وسعه الا اتباعی، رواه أحمد والبيهقی فی شعب الإيمان"[4] [اگر موسی علیہ السلام باحیات (اس دنیا میں موجود) ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے سوا کوئی

گنجائش نہ ہوتی]، اور عملاً و واقعۃً اس کی تصدیق بنی اسرائیل کے آخری نبی عیسی علیہ السلام کے نزول سے ہو گی، جو قرب قیامت نزول کے بعد اپنی شریعت کے بجائے خاتم النبیین محمد رسول اللہ علیہ الصلاۃ والتسلیم کی شریعت پر ہی عمل کریں گے، جیسا کہ منقول ہے" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ فَأَمَّكُمْ مِنْكُمْ؟»، فَقُلْتُ لِابْنِ أَبِي ذِئْبٍ: إِنَّ الْأَوْزَاعِيَّ، حَدَّثَنَا عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، «وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ» قَالَ ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ: «تَدْرِي مَا أَمَّكُمْ مِنْكُمْ؟» قُلْتُ: تُخْبِرُنِي، قَالَ: «فَأَمَّكُمْ بِكِتَابِ رَبِّكُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، وَسُنَّةِ نَبِيِّكُمْ ﷺ»"[۵] [اس حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ عیسی علیہ السلام جو اپنے وقت میں صاحب کتاب رسول و نبی تھے، اور زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے، قیامت کے قریب میں جب اس زمین پر اتارے جائیں گے تو اللہ کی آخری کتاب قرآن اور محمد ﷺ کی سنت پر ہی عمل کریں گے]، شریعت کے اصول اربعہ میں یہ دونوں اصول کتاب و سنت بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، اس لئے ان دونوں کا تا قیامت باقی اور محفوظ رہنا بھی لازم ہے۔

حدیث کی اشاعت اور اس کی حفاظت کا اہتمام:

قرآن کریم کا محفوظ ہونا یقینی ہے، اور حفاظت کا ظاہری ذریعہ اس کا یاد کرنا، صحائف میں لکھنا، اور اس کا کثرت کے ساتھ مذاکرہ اور تلاوت کرنا ہے، اور احادیث نبویہ اس کی اولین تفسیر ہیں، رسول ﷺ کا عمل امت کے لئے نمونہ اور اسوہ حسنہ ہے اس لئے ان کی حفاظت کرنا بھی ضروری ہوا، اسی لئے رسول ﷺ نے حکم فرمایا: "بلغوا عنی ولو آیة"[۶]، اور پہنچانے والوں کو بشارت سے بھی سرفراز فرمایا: " نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا، فَحَفِظَهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيهٍ"[۷] [اللہ عزوجل اس شخص کو شاداں وخوشحال رکھے، جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی، تو اسے یاد کیا تاکہ اسے دوسرے تک پہنچائے، اس لئے کہ بہت سے فقہ کے حاملین ایسے لوگوں تک پہنچانے والے ہیں جو ان حاملین حدیث سے زیادہ فقیہ ہیں، اور بہت سے حاملین حدیث فقیہ نہیں ہیں]، چنانچہ صحابہ کرام نے اس عظیم مقصد کو سمجھا، اور اپنے بعد والوں تک رسول ﷺ سے منقول صحیح احادیث پہنچانے کا فریضہ اہتمام

کے ساتھ انجام دیا۔

احادیث کو محفوظ رکھنے کی تدابیر:

۱- احادیث کو یاد کرنے کا اہتمام:

اس کے لئے صحابہ و تابعین نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی احادیث کو یاد کرنے کا اہتمام کیا ”حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے حدیثیں سنتے رہتے تھے، جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مجلس سے اٹھ جاتے، تو ہم آپس میں حدیثوں کا دور کرتے تھے، ایک دفعہ ایک آدمی کل حدیثیں بیان کر جاتا پھر دوسرا، پھر تیسرا، بسا اوقات ساٹھ ساٹھ آدمی مجلس میں ہوتے تھے، اور وہ ساٹھوں باری باری سے بیان کرتے تھے، اس کے بعد جب ہم اٹھتے، تو حدیثیں اس طرح ذہن نشیں ہوتی تھیں، کہ گویا ہمارے دلوں میں بو دی گئی ہوں“، ”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں فرض نمازوں کے بعد مسجد میں صحابہ کرام بیٹھ جاتے اور قرآن پاک اور احادیث نبویہ کا مذاکرہ کرتے تھے“[۸]۔

عبد الرحمن بن ابو لیلی حضرت عطاؒ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیثیں سننے کے بعد ان کا مذاکرہ کرتے تھے، ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: جب تک میں اپنے لوگوں کے ساتھ احادیث کا مذاکرہ نہیں کرلیتا، رات میرے لئے بھاری ہوتی ہے، حضرت شعبہ بن الحجاج کے متعلق منقول ہے کہ ایک مرتبہ وہ ابن عون کے پاس سے اس حال میں آئے کہ اپنے دونوں ہاتھ کی انگلیاں موڑے ہوئے تھے اسی حال میں کسی نے ان سے بات کرنی چاہی تو کہا ابھی بات نہ کرو میں نے ابھی ابن عون سے دس حدیثیں سنی ہیں مجھے ڈر ہے بھول نہ جاؤں، امام زہری کے متعلق منقول ہے کہ وہ حضرت عروہ سے حدیثیں سننے کے بعد گھر لوٹتے اور باندی کو نیند سے بیدار کر کے فرماتے: مجھ سے فلاں نے یوں حدیث بیان کی اور فلان نے یوں بیان کی، وہ کہتی مجھے اس سے کیا غرض؟ تو کہتے مجھے معلوم ہے کہ تم کو اس سے غرض نہیں، لیکن میں نے چاہا کہ ان حدیثوں کا مذاکرہ کرلوں، اسماعیل بن رجاء جب کسی کو نہ پاتے تو مکتب کے بچوں کو ہی جمع کر کے ان کے

سامنے حدیثیں دہراتے تاکہ بھول نہ جائیں [9]۔

۲- احادیث نبویہ کی تدوین:

احادیث کو لکھ کر محفوظ کرنا، رسول علیہ الصلاۃ والتسلیم نے نزول قرآن کا سلسلہ جاری ہونے کی وجہ سے عام لوگوں کو غیر قرآن یعنی احادیث کی کتابت وتحریر سے منع کر رکھا تھا: " لا تكتبوا عنی ومن کتب عنی غیر القرآن فلیمحه" [10] [مجھ سے لکھو مت، اور جس نے قرآن کے علاوہ کو مجھ سے لکھا ہے وہ اسے محو کردے]، مگر کتابت حدیث سے ممانعت کو دائمی نہ سمجھا جائے اس وجہ سے بعض صحابہ جن سے قرآن کے ساتھ احادیث مبارکہ کی تخلیط کا اندیشہ نہیں تھا، وہ احادیث لکھتے تھے، عبد اللہ بن عمرو بن العاص کا واقعہ مشہور ومعروف ہے کہ وہ حالت رضا وغضب ہر موقع کی احادیث لکھا کرتے تھے، اور جب رسول اللہ ﷺ تک یہ شکایت پہنچی، تو آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا بلکہ لکھنے کی تاکید فرمائی، " اكتبْ، فوالذي نفسي بيده ما خرج مني إلا حقّ " [11]، [لکھا کرو، اس لئے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھ سے نہیں نکلتا ہے مگر حق ہی]، نیز دیگر متعدد صحابہ کے بارے میں بھی آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی لکھنا ثابت ہے، اور ان کے صحیفوں کی دریافت بھی ہوئی، تابعین کے دور میں یہ سلسلہ اور بڑھا، اور بعد کے ادوار میں مزید تہذیب وتنقیح کے ساتھ متعدد اقسام کتب کی شکل میں احادیث کا بڑا ذخیرہ منظر عام پر آیا۔

۳- رسول اللہ ﷺ کی طرف حدیث کی غلط نسبت اور موضوع حدیث کی روایت سے اجتناب:

نیز رسول علیہ الصلاۃ والتسلیم کی جانب سے یہ تاکید تھی کہ آپ ﷺ کی طرف وہی امر منسوب کیا جائے جو آپ سے منقول ہو، اور جو قول یا فعل آپ سے منقول نہ ہو، اسے آپ ﷺ کی طرف منسوب نہ کیا جائے، اور اس سلسلہ میں رسول علیہ الصلاۃ والتسلیم کی جانب سے سخت وعید جو تواتر کے ساتھ منقول ہے: "من كذب عليّ متعمدا فليتبوأ مقعده من النار" [12] [جس نے عمداً میرے اوپر الزام لگایا، یعنی جو قول یا عمل مجھ سے صادر نہیں اس کو میری جانب منسوب کیا تو اسے چاہئے کہ اپنی جگہ جہنم میں جان لے]، نیز

"من حدث عني بحديث يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين"[13] [جس نے میری طرف سے کوئی ایسی حدیث بیان کی جسے وہ جانتا ہے کہ جھوٹ ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک ہے]، اس تاکید اور وعید کے پیش نظر، صحابہ اور بعد کے لوگوں نے اس کا بھی اہتمام کیا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی احادیث کو غیر رسول کے اقوال اور جھوٹی و موضوع احادیث کے ساتھ مخلوط ہونے سے محفوظ رکھا جائے، اس کے لئے کثرت روایت سے بھی احتراز کیا، اور ثبوت حدیث کے لئے سند کا التزام، اور رجال سند کی تحقیق اور تجریح و تعدیل کا طریقہ بھی رائج کیا، تاکہ بعد میں آنے والوں کے لئے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ثابت صحیح احادیث اور ضعیف و موضوع احادیث کا جاننا آسان ہو۔

۴- احادیث رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی روایات کو قبول کرنے میں خلفاء راشدین کی احتیاط:

خلفاء اربعہ نیز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے عہد خلافت و امارت میں نیز دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیث کی روایت قبول کرنے میں احتیاط کے پہلو کو اپنایا اور یہ تاثر قائم کرنا چاہا کہ احادیث رسول علیہ الصلاۃ والتسلیم کی روایت کرنے اور اسے قبول کرنے میں لاپروائی اور بے احتیاطی سے بچنا لازم ہے، توریث جدہ کے معاملہ میں حضرت مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا: "هل معك أحد ؟ فشهد محمد بن مسلمة بمثل ذلك"[14] [آپ کے ساتھ کوئی اور بھی (اس کا سننے والا) ہے تو محمد بن مسلمہ نے اسی کے مثل کی گواہی دی]، حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقف: "أقم عليه البينة وإلا أوجعتك"[15] [اس روایت پر کوئی گواہ لاؤ ورنہ سزا دوں گا]، حضرت عثمان رضی اللہ کا قول: میں رسول علیہ الصلاۃ والتسلیم کی احادیث کو دیگر صحابہ سے کم یاد رکھنے والا نہیں تھا، لیکن مجھے کثرت کے ساتھ حدیث بیان کرنے سے یہ امر مانع تھا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سن رکھا تھا "من قال عليّ ما لم أقل فليتبوأ مقعد ه من النار"[16] [جو شخص میری طرف سے ایسا قول نقل کرے جو میں نے نہیں کہا تو وہ اپنی جگہ جہنم جان لے]، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول: "كنت رجلا إذا سمعت من رسول الله ﷺ حديثا ، نفعني الله منه

بما شاء أن ينفعنى ، وإذا حدثنى أحد من أصحابه استحلفته"[۱۷] [میں رسول اللہ ﷺ سے جب کوئی حدیث (بلاواسطہ) سنتا تو اللہ اس سے جو نفع چاہتے مجھے پہونچاتے، یعنی اس پر عمل کرتا، اور جب آپ کے صحابہ میں سے کوئی بیان کرتا تو میں اس سے قسم لیتا]، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حکم تھا: "عليكم من الحديث بما كان فى عهد عمر ، فإنه كان قد أخاف الناس فى الحديث عن رسول الله ﷺ"[۱۸]، ان احادیث کو ہی اختیار کرو جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تھیں کیونکہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرنے میں لوگوں کو احتیاط کی تنبیہ فرمار کھی تھی، بُشَیر بن کعب کی کثرت روایت پر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا کتابوں میں مذکور رد عمل بھی اسی مقصد کے تحت تھا[۱۹]، اس جیسے مواقف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ خلفاء وامراء اور دگر صحابہ نے بھی احادیث نبویہ کی حفاظت اور احادیث کی روایت میں بے احتیاطی کے سدباب کے لئے ابتداء سے ہی قدم اٹھایا، اور بعد والوں کو احادیث رسول ﷺ کی نزاکت کا احساس دلایا، کہ بے احتیاطی کی وجہ سے اگر احادیث رسول تخلیط سے محفوظ نہ رہیں تو بعد والوں تک صحیح دین بھی نہیں پہونچ پائے گا، جس کا ثمرہ یہ ظاہر ہوا کہ حدیث نبوی کی حفاظت کے تعلق سے متعدد اہم علوم وجود میں آئے، جن میں ایک علم الاسناد بھی ہے۔

۵- علم الاسناد کی ایجاد:

رسول علیہ الصلاۃ والتسلیم سے بلاواسطہ، براہ راست کسی حدیث کا سننا سعادت اور شرف کی بات ہے، مگر ہر صحابی کے لئے بھی ممکن نہیں ہو سکا کہ وہ رسول ﷺ کی ہر حدیث کو آپ ﷺ سے بلاواسطہ سن سکیں، کیونکہ ہر موقع پر ہر صحابی کا حاضر وموجود ہونا متعذر ودشوار تھا، ان کے اپنے دیگر معاشی ومعاشرتی مشاغل بھی تھے، تو بعد کے لوگ جنھیں رسول علیہ الصلاہ والتسلیم کا زمانہ ہی نہ ملا ان کے لئے بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ رسول علیہ الصلاۃ والتسلیم سے بلاواسطہ کوئی حدیث سنیں، بعد کے لوگوں کے لئے احادیث رسول ﷺ کا علم حاصل کرنے کی واحد صورت یہی تھی کہ وہ سننے والوں سے سنیں اور معلوم کریں، اور اسی طرح ان کے بعد والے ان سے سنیں، جیسا کہ ماسبق میں گزرچکا ہے کہ رسول ﷺ نے اپنی احادیث سننے

والوں کو دوسروں تک پہونچانے کی تاکید فرمائی، چنانچہ روایت احادیث کا یہ سلسلہ جاری رہا، تاآنکہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کتابی شکل میں مدون ہو کر محفوظ ہو گئیں۔

احادیث رسول ﷺ تک پہونچنے کا یہ سلسلۂ رجال (رواۃ) ہی سند اور اسناد کہلاتا ہے، اور اس سے متعلق علوم کو علوم الاسناد کہا جاتا ہے، جس میں علم مصطلحات الحدیث، علم اسماء الرجال، علم الجرح والتعدیل وغیرہ علوم شامل ہیں، علم الاسناد کی ایجاد امت مسلمہ کی خصوصیت ہے جس کے ذریعہ اس نے اپنے نبی کے اقوال وافعال اور احوال کو قیامت تک کے لئے مستند و معتبر بنادیا، دیگر مذاہب عالم کے حاملین اس خصوصیت سے یکسر عاری اور محروم ہیں، امام ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ "بيان طرق النقل عند المسلمين لأمور دينهم" کے تحت تفصیل سے وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وهذا نقل خص الله عزوجل به المسلمين دون سائر أهل الملل كلها ، وأبقاه عندهم غضا جديدا على قديم الدهور"[۲۰] [اور یہ نقل حدیث کا وہ طریقہ ہے جس کے ساتھ اللہ عزوجل نے دیگر اہل ادیان کے سوا صرف مسلمانوں کو خصوصیت بخشی ہے، اور مرور ایام کے باوجود اس (حدیث) کو تر و تازہ رکھا ہے]۔

فن رجال (علم اسماء الرجال) کی اہمیت:

ظاہر ہے کہ جس قدر عہد رسول سے زمانہ بعید ہوتا جائے گا رجال کا سلسلہ بھی دراز تر ہوتا جائے گا، اس لئے احادیث نبویہ کے تحفظ اور اس کی نسبت إلی الرسول کی صحت کے تیقن یا غلبۂ ظن کے لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ رجال یعنی رواۃ حدیث کی مکمل معلومات حاصل کی جائے کہ یہ کون ہیں، کہاں پیدا ہوئے، کب پیدا ہوئے، اور کب علم حاصل کرنا شروع کیا، کس کس سے علم حاصل کیا اور کہاں کہاں کا سفر کیا، ان کی دینداری اور تقوی کا کیا حال تھا، نیز احادیث کے ضبط و اتقان اور یاد داشت کی کیا نوعیت تھی، کن لوگوں نے حدیث کی سماعت میں ان سے استفادہ کیا، اور کب ان کی وفات ہوئی؟ تاکہ رسول علیہ الصلاۃ و التسلیم کی طرف منسوب حدیث کی حیثیت متعین کی جاسکے، کیونکہ کسی حدیث کے دلیل و حجت اور قابل عمل ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ حدیث صحیح ہو، اور اصحاب اصول نے کسی حدیث کے صحیح الثبوت

ہونے کے لئے دو بڑی شرطیں قائم کی ہیں اول یہ کہ اس حدیث کی سند متصل ہو یعنی ہر راوی کا اپنے پہلے والے سے روایت کرنا ثابت ہو، دوم یہ کہ اس کی سند کا ہر راوی عدل و ثقہ اور قابل اعتماد ہو اور نقل حدیث میں خطا کا مرتکب نہ ہو، راویان حدیث کے بارے میں اسی جانکاری اور معرفت کو علم اسماء الرجال اور فن رجال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

علم اسماء الرجال کی تعریف:

علم اسماء الرجال کی تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے کہ: یہ ایسا علم ہے جس کے ذریعہ رواۃ حدیث کی شخصیت کی تعیین و تحدید اور اس کے احوال کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اسی کی فرع علم الجرح والتعدیل ہے، جس میں راوی کی تشخیص اور اس کے احوال سے واقفیت کے بعد راوی کے ثقہ اور معتبر ہونے یا ضعیف و نامقبول ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے، اور اسی کی اساس پر حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا حکم مرتب ہوتا ہے۔

فن رجال اور فن جرح و تعدیل کے موضوع پر ہمارے اسلاف اور بلاد شرق و غرب کے ائمۂ علماء و محدثین کے قلم سے عظیم اور گرانمایہ کتابیں وجود میں آئیں، خاص صحابہ کرام کے احوال میں: ابن حزم اندلسی (۳۸۴-۴۵۶ھ) کی "رسالۃ فی المفاضلۃ بین الصحابۃ"، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القرطبی معروف بہ ابن عبد البر مالکی (۳۶۸-۴۶۳ھ) کی "الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب"، موفق الدین عبد اللہ ابن قدامہ المقدسی (۵۴۲-۶۲۰ھ) کی "الاستبصار فی نسب الصحابۃ من الأنصار"، عزالدین ابن الاثیر علی بن محمد (۶۳۰ھ) کی "أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ"، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد ذہبیؒ (۶۷۳-۷۴۸ھ) کی "تجرید أسماء الصحابۃ" احمد بن علی معروف بابن حجر عسقلانی (۷۷۳-۸۵۲ھ) کی "الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ"، جیسی کتابیں منصۂ ظہور پر آئیں، تو عام رواۃ حدیث کے احوال میں: " الطبقات الکبری لمحمد بن سعد ۲۳۰ھ، کتاب الطبقات لخلیفۃ بن خیاط ۲۴۰ھ، التاریخ الکبیر للبخاری ۲۵۶ھ، کتاب الکنی والأسماء للدولابی ۳۱۰ھ، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۳۲۷ھ، کتاب الثقات اور کتاب المجروحین لمحمد بن حبان البُستی ۳۵۴ھ، تاریخ اسماء الضعفاء والکذابین لابن شاہین ۳۸۵ھ، تاریخ نیسابور للحاکم المعروف بابن البیع ۴۰۵ھ،

کتاب تاریخ بغداد اور المتفق والمفترق للخطیب البغدادی ۴۶۳ھ، الاکمال فی رفع الارتیاب عن المؤتلف والمختلف فی الاسماء والکنی والانساب لابن ماکولا ۴۷۵ھ، کتاب الأنساب للسمعانی ۵۶۲ھ، تاریخ دمشق لابن عساکر ۵۷۱ھ، تہذیب الکمال للمزی ۷۴۲ھ، تذکرۃ الحفاظ اور المشتبہ فی أسماء الرجال للذہبی ۷۴۸ھ، تہذیب التہذیب لابن حجر ۸۵۲ھ،" اور ان کے علاوہ متعدد عظیم کتابیں وجود میں آئیں۔

علوم حدیث اور ہندوستانی علماء کی خدمات:

حدیث اور علوم حدیث کی خدمت میں ہندوستانی علماء کا نا قابل فراموش، لائق ستائش اشتراک رہا ہے، جس کا اعتراف عرب علماء نے اپنی روایت کے مطابق کشادہ دلی سے کیا، علامہ سید رشید رضا مصری (۱۸۶۵–۱۹۳۵ء موافق ۱۳۵۴ھ) کا یہ فقرہ تو طبقۂ علماء میں زبان زد ہے کہ:"لولا عناية إخواننا علماء الهند بعلوم الحديث فی هذا العصر لقضى عليها با لزوال من أمصار الشرق ، فقد ضعفت فی مصر وا لشام والعراق والحجاز منذ القرن العاشر للهجرة،حتى بلغت منتهى الضعف فی أوائل هذا القرن الرابع عشر" [21] [اگر اس زمانہ میں ہمارے برادران ہندوستانی علماء کی توجہ علوم حدیث کی طرف نہ ہوتی تو یہ فن مشرقی ممالک سے رخصت ہو جاتا، کیونکہ مصر، شام و عراق اور حجاز میں دسویں صدی ہجری ہی سے (علم حدیث) زوال پذیر ہو گیا تھا، حتی کہ اس چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں تو اپنے زوال کی انتہاء کو پہنچ گیا]۔

چنانچہ حدیث نبوی سے متعلق تمام ہی علوم میں ہندوستانی علماء کی خدمات اپنا ایک مقام بنائے ہوئے ہیں، متون حدیث میں علامہ نیموی رحمہ اللہ کا انتخاب "آثار السنن" کے نام سے، شروحات کتب حدیث میں "فیض الباری" شرح صحیح بخاری، "فتح الملہم شرح صحیح مسلم"، "معارف السنن" اور "تحفۃ الاحوذی" شرح جامع ترمذی"، "بذل المجہود" اور "عون المعبود" شرح سنن ابوداؤد، محتاج تعارف نہیں، اس کے علاوہ بھی حدیث اور علوم حدیث میں متعدد ہندوستانی علماء کے خامۂ گہربار سے کثیر تصانیف کا ذخیرہ مخطوطات و مطبوعات کی شکل میں وجود پذیر ہوا[22]۔

فن رجال اور ہندوستانی علماء کی خدمات:

دیگر علوم حدیث کی طرح، علم اسماء الرجال میں بھی ابتدا سے ہی ہندوستانی علماء کی خدمات نمایاں، گرانقدر، عظیم النفع اور قابل تحسین رہی ہیں، جن کا ذکر فائدہ سے خالی نہیں، نیز ان علماء محدثین کی جہود و مساعی جمیلہ کا تقاضا ہے کہ بطور شکر و امتنان ان کا تعارف کرایا جائے، چنانچہ وہ علماء جن کی اس فن میں خدمات کا اور اس فن میں ان کی تصانیف کا علم ہو سکا اور ان کے بارے حتی الوسع جس قدر معلومات ہو سکیں، اس تالیف میں اختصار کے ساتھ ان کے تعارف کی ایک ادنی کوشش کی گئی ہے وباللہ التوفیق۔

۱-ابو الفضل الحسن بن محمد الصغانی (۵۷۷ھ مطابق ۱۱۸۱م-۶۵۰ھ مطابق ۱۲۵۲م):

رضی الدین ابو الفضل حسن بن محمد بن حسن بن حیدر بن علی القرشی العدوی، صغانی الاصل ہیں، صغان جو چاغان کا معرب ہے، مرو کا ایک گاؤں ہے، یہیں سے ان کے آباء و اجداد لاہور منتقل ہو گئے تھے، جہاں ۵۷۷ھ میں ان کی ولادت ہوئی [۲۳]، کتاب "نزہۃ الخواطر" میں تاریخ ولادت ۵۵۷ھ مذکور ہے "ولد بمدینة لاهور فی خامس عشر من صفر سنة سبع و خمسین و خمس مائة"[۲۴]، جو مصنف کا سہو ہو سکتا ہے، مولانا عبد الشکور جو رحمن علی کے نام سے معروف و مشہور ہیں، انھوں نے بھی ان کی ولادت کا سال ۱۵/ صفر ۵۷۷ھ ہی لکھا ہے [۲۵]، شیخ محمد اکرام صاحب نے بھی ۵۷۷ھ ہی لکھا ہے [۲۶]، وفات بغداد میں ۶۵۰ھ میں ہوئی اور وہیں تدفین عمل میں آئی، ان کی خواہش مکہ مکرمہ میں مدفون ہونے کی تھی، جس کا اظہار انھوں نے اپنی اکثر تحریروں میں "الملتجی إلی حرم الله" کے الفاظ میں کیا ہے، چنانچہ پھر بعد میں ان کی وصیت کے مطابق ان کے جسد کو مکہ مکرمہ منتقل کیا گیا، حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں: "الصغانی الأصل الهندی اللهوری المولد، البغدادی الوفاة، المکی المَلحَد، المحدث الفقیه الحنفی اللغوی۔۔۔وُلِدَ بمدینة لوْهَوْر في عاشر صفر سنة سبع وسبعین وخمسمائة " [اصلاً صغانی ہیں، اور ولادت کے اعتبار سے ہندوستانی لاہوری ہیں، وفات کے لحاظ سے بغدادی اور موضع لحد کے اعتبار سے مکی ہیں، محدث، حنفی فقیہ اور

لغوی ہیں۔۔۔۱۰/صفر۵۷۷ھ کولاہور شہر میں ولادت ہوئی] نیز لکھتے ہیں "وكان إليه المنتهى فى معرفة اللسان العربى" [عربی زبان کی معرفت میں مرجع تھے][۲۷]۔

مکہ مکرمہ میں قیام اور وہیں مدفون ہونے کا شوق انتہا کو پہونچا ہوا تھا، اسی وجہ سے متعدد مواقع پر اپنے کو "الملتجئ الی حرم اللہ" لکھا ہے، اور اپنی کتاب مشارق الانوار النبویہ کی تمہید میں بھی اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ موت سے پہلے اللہ انھیں مکہ مکرمہ پہونچادے اسی میں ان کی موت ہو اور وہیں ان کی تدفین ہو اور وہیں سے اٹھائے جائیں، بغداد، یمن، مکہ مکرمہ، اور دیگر شہروں کے لئے علمی سفر کئے، اس دوران شمس الدین التمش اور رضیہ سلطانہ کے دور میں ہندوستان تشریف لائے[۲۸]۔ اور طویل قیام فرمایا، ہندوستان آنے کا ذکر ذہبیؒ نے بھی کیا ہے:" ودخل بغداد سنة خمس عشرة وستمائة، وذهب منها بالرّسالة الشّريفة إلى صاحب الهند سنة سبْع عشرة، فبقي مدّةً، وقدِم سنة أربعٍ وعشرين. ثُمَّ أُعيد إليها رسولًا عامَئِذٍ، فما رجع إلى بغداد إلى سنة سبْعٍ وثلاثين. "[۲۹]۔[۶۱۵ھ میں بغداد پہونچے اور ۶۱۷ھ میں ہندوستان کے حکمران کی خدمت میں خلیفہ عباسی کے سفیر ہو کر ہندوستان آئے اور ایک مدت تک قیام کیا اور ۶۲۴ھ میں واپس لوٹے، پھر اسی سال دوبارہ ہندوستان بھیجے گئے تو ۶۳۷ھ تک بغداد نہیں لوٹے] لغت و حدیث میں متعدد بیش قیمت کتابیں تصنیف فرمائیں، لغت میں "مجمع البحرین" ۱۲ جلدیں، "العُباب الزاخر" ۲۰ جلدیں، "الشوارد فی اللغات"، "کتاب التراکیب"، "کتاب العروض" وغیرہ، اور حدیث میں "مشارق الانوار (فی الجمع بین الصحیحین)، "شرح البخاری"، "کتاب الضعفاء"، "درّ السحابہ فی وفیات الصحابہ" وغیرہ، ان کی کتابوں کا ذکر سبھی تذکرہ نگاروں نے کیا ہے، صاحب اَعلام خیر الدین زرکلی (متوفی ۱۳۹۶ھ) نے "مختصر الوفیات" کا بھی ذکر کیا ہے[۳۰]، جس کا تذکرہ صغانیؒ نے درالسحابہ کے مقدمہ میں کیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے ان کا ذکر اپنی شرح بخاری میں کرتے ہوئے لکھا ہے: "(تنبيهان) أحدهما: وقع فى نسخة الصغانى هنا:"قال أبو عبد الله يعنى المصنف:۔۔۔۔الخ" [دو تنبیہات ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ صغانی کے نسخہ میں یہاں مذکور ہے کہ: ابو عبد اللہ یعنی مصنف (بخاریؒ) نے کہا

ہے۔۔۔۔الخ][31]۔ اور اسی مناسبت سے امام العصر محمد انور شاہ کشمیریؒ نے ان کا تعارف کراتے ہوئے کہا ہے:"ثم إن الصغانی هذا هو الحافظ شمس الدین الصغانی، من علماء المائة السابعة، سافر من صغان . قرية . ونزل بلاهور،ثم رحل إلى اليمن ، وهو إمام اللغة،حنفی المذهب، وصنف" المحكم" و "العباب"، و القاموسُ مأخوذ من هذين الكتابين"[پھر یہ صغانی وہی حافظ شمس الدین صغانی ہیں، جو ساتویں صدی کے علماء سے ہیں، صغان (ماوراء النہر کا) ایک گاؤں ہے وہاں سے سفر کیا اور لاہور میں مقیم ہوئے، پھر یمن کی جانب کوچ کیا، اور وہ لغت کے امام ہیں، حنفی المذہب ہیں، انھوں نے محکم اور عباب کتابیں تصنیف کیں، اور قاموس (المحیط) انھیں دونوں کتابوں سے ماخوذ ہے][32]۔

فن رجال میں ان کی دو کتابوں کا ذکر ملتا ہے:

۱-درّالسحابة فی بيان مواضع وفيات الصحابة :

امام لغت و حدیث حسن بن محمد صغانی رحمہ اللہ کی یہ کتاب مسمی "درالسحابہ فی بیان مواضع وفیات الصحابہ" جیسا کہ اس کے نام سے واضح ہے، فن رجال میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خاص موضع وفات کے موضوع پر ایک اہم کتاب ہے، اس کتاب کے مقدمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب "مختصر الوفیات" اور اس پر جو انھوں نے ذیل (ضمیمہ) لکھا تھا، دونوں کو اس کتاب میں جمع کر دیا ہے،

مقدمہ کتاب بہت مختصر ہے، بسم اللہ اور حمد وصلاۃ کے بعد لکھتے ہیں:"قال الملتجئ إلى حرم الله تعالى الحسن بن محمد بن الحسن الصغانی أعاده الله إلى حرمه الشريف مع حراسه و وسع عليهم من خزائنه"،[اللہ کے حرم کی پناہ لینے والے حسن بن محمد بن حسن صغانی، اللہ ان کو اپنے حرم شریف کی جانب اس کے محافظوں کے ساتھ واپس لے جائے اور ان پر اپنے خزانوں سے وسعت وفراوانی فرمائے]، اس کے بعد درج ذیل اشعار مذکور ہیں:

فالعيش موت إلا بجانبه و النفع ضر إلا ببابه

[اس لئے کہ زندگانی موت ہے مگر اس کے پہلو میں، اور نفع سراپا نقصان ہے مگر اس کے چوکھٹ پہ]۔

وما کل دار روضت دارة الحِمی ولا کل بیضاء الترائب زینب

[اور ہر سبز وشاداب جگہ نہ اپنے لئے مخصوص کرنے کی ہوتی ہے، اور نہ ہی ہر گوری دوشیزہ، زینب (محبوب) ہی ہوتی ہے]۔

وقد قیل:

وإن أنا لم أذکر عهود منازل فلست لعهد النازلین بذاکره

[اور اگر میں نے محبوب کے پڑاؤ کی جگہوں کا ذکر نہ کیا تو پھر میں قیام کرنے والوں (محبوب) کی ملاقات کا ذکر کرنے والا ہی نہ ہوا] ۔

اس کے بعد اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں:"هذا کتاب جمعت فیه من المختصر، الذی کنت ألفته فی بیان مواضع وفیات الصحابة، و من ذیله الذی ذیلته علیه لتتم الفائدة وتعم العائدة، والله تعالی ولی التوفیق"[۳۳] [یہ ایک کتاب ہے جس میں ہم نے اس مختصر کو جو صحابہ کے مقام وفات کے بارے میں تالیف کیا تھا، اور جو ہم نے اس پر بطور ضمیمہ لکھا تھا دونوں کو جمع کر دیا ہے، تاکہ فائدہ مکمل اور نفع عام ہو جائے، اور اللہ تعالی ہی توفیق دینے والے ہیں]۔

اس کے بعد تراجم کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے ،کتاب کی ترتیب حروف ہجا کی ترتیب پر ہے ، چنانچہ "الهمزة" کے تحت صحابیٔ رسول آبی اللحم الغفاری رضی للہ عنہ کے ذکر سے شروع ہو کر "وممن عرف بکنیته "کے تحت مذکورین میں ابو ہبیرہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کے ذکر پر تمام ہوتا ہے، تراجم صحابہ میں کسی تفصیل کے بغیر محض ان کے مقام وفات کے ذکر اور اس کی تعیین پر اکتفا کیا گیا ہے، اور صرف رجال صحابہ کا ہی ذکر ہے، صحابیات رضوان اللہ علیہن کے ذکر سے تعرض نہیں کیا ہے، یہ کتاب مکتبۃ القرآن قاہرہ سے طارق طنطاوی کی تحقیق کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔

نمونے:

۱- **أبان** بن سعيد بن العاص: استشهد يوم أجنادين ، وقيل : يوم اليرموك، وقيل : يوم مرج الصفر، والأول أصح،[۳۴] [ابان بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اجنادین کی جنگ میں شہید ہوئے اور جنگ یرموک اور جنگ مرج الصفر میں شہید ہونے کے بھی اقوال ہیں اور پہلا قول صحیح ہے]۔

جنگ اجنادین جمادی الاولی ۱۳ھ میں پیش آئی[۳۵]، اور مرج الصفر کا واقعہ محرم ۱۴ھ میں ہوا[۳۶]، اور ابن کثیرؒ نے اس کا ذکر ۱۵ھ کے واقعات کے تحت کیا ہے[۳۷]، اور جنگ یرموک ۱۵ھ میں واقع ہوئی، ابن عساکر نے اسی کو محفوظ کہا ہے[۳۸]، ابان بن سعید کس جنگ میں شہید ہوئے، اس میں تینوں اقوال منقول ہیں، مصنف صغانیؒ نے جنگ اجنادین میں ان کے شہید ہونے کی تصحیح کی ہے، ان کی وفات کے بارے میں ایک قول ابو حسان زیادی سے ۲۷ھ کا بھی اصابہ میں نقل کیا ہے، مگر یہ روایت شاذ ہے۔

۲- **برتى** بن الأسود بن عبد شمس بن حرام بن عوف: استشهد يوم فتح الإسكندرية ، ذكره ابن يونس في تاريخ مصر[۳۹]۔[برتی بن اسود کی شہادت فتح اسکندریہ کے دن ہوئی، ابن یونس نے تاریخ مصر میں ان کا ذکر کیا ہے]

حافظ ابن حجر اور دیگر تمام لوگوں نے ''بُرتا بن الأسود'' الف کے ساتھ لکھا ہے، باء کو ضمہ ہے اور نسب حمیر میں باء کے فتحہ کے ساتھ ہے[۴۰]۔ برتا کے بھائی مسعود بن الأسود ہیں، جو بیعۃ الرضوان میں شریک تھے[۴۱] رضی اللہ عنہم، مصر کو ۲۰ھ میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خلافت عمری میں فتح کیا ہے۔

۳- **عتبة** بن أَسِيد أبا بصير: توفى بساحل بحر اليمن وكتاب رسول الله ﷺ بالقدوم عليه بيده، يقرؤه و يقبّله ويضعه على عينيه، فدفنه أبو جندل بن سهيل مكانه[٤٢]۔[یمن کے ساحل پر جہاں یہ لوگ قیام کئے ہوئے تھے ان کی وفات ہوئی، اس حال میں کہ رسول اللہ ﷺ کا دعوت نامہ ان لوگوں کے مدینہ منورہ آنے کیلئے ان کے ہاتھوں میں تھا، اس کو پڑھتے تھے، چومتے تھے اور آنکھوں سے لگاتے تھے]۔

ابو بصیر رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جو صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کے مدینہ واپس ہونے کے کچھ ہی ایام بعد اہل مکہ کی قید سے فرار ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے تھے، قریش نے ان کو واپس لانے کے لئے اپنے آدمی مدینہ بھیجے اور رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ پر عمل کرتے ہوئے ان کو تسلی دیتے ہوئے کہ جاؤ، اللہ کوئی راستہ نکالے گا، ان کو واپس کر دیا، راستہ میں ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے قریش کے ایک آدمی کو قتل کر دیا، اور پھر قریش کے راستہ میں ساحل سمندر پر قیام کر لیا، جہاں مکہ میں مقیم بہت سے مسلمان جو ہجرت نہیں کر سکے تھے، اہل مکہ سے بچ بچا کر ان کے پاس پہنچنے لگے، ان ہی میں ابو جندل رضی اللہ عنہ بھی تھے جو عین معاہدۂ صلح کے موقع پر وہاں پہنچے تھے، یہ صلح کے لئے کفار کے نمائندہ سہیل بن عمرو کے لڑکے تھے، چنانچہ صلح نامہ کی کتابت کے دوران ہی سہیل نے ان کی واپسی کا مطالبہ کر دیا، ہزار کوششوں کے باوجود جب یہ نہیں مانے تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں واپس کر دیا، بعد میں یہ بھی ابو بصیر کے پاس پہنچ گئے، اس طرح ایک کثیر تعداد جمع ہو گئی، اور قریش کے لئے اس راستہ سے اپنے تجارتی اسفار مشکل ہو گئے، اس لئے انھوں نے صلح نامہ کی اس شرط کو خود ہی واپس لے لیا کہ مکہ کا کوئی آدمی مسلمان ہو کر مدینہ جائے گا تو مسلمان اسے واپس کر دیں گے، اس کے بعد ہی رسول اللہ ﷺ نے ابو بصیر اور ابو جندل کو خط لکھا کہ وہ لوگ مدینہ آجائیں، جس وقت یہ خط پہونچا ہے ابو بصیر حالت احتضار میں تھے، چنانچہ ان کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ آپ ﷺ کا نامۂ مبارک ان کے ہاتھوں میں تھا، جسے وہ اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے اور بوسہ دیتے تھے، ابو جندل بن سہیل نے اسی مقام پر ان کو دفن کیا۔ ان کے والد کا نام "اَسِید" بفتح الهمزة وكسر السين المهملة، الف پر زبر اور سین پر زیر کی حرکت کے ساتھ ہے[۴۳]۔

۴- عروة بن مسعود الثقفى ، دعا قومه بالطائف إلى الإسلام فرموه بالنبل فقتلوه[۴۴]۔

[عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ انھوں نے طائف میں اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی تو ان لوگوں نے تیر مار کر ان کو شہید کر دیا] انتھی

الاصابہ میں ان کے بارے میں تفصیل مذکور ہے، یہ اپنے قوم کے بڑے لوگوں میں تھے اور ایک

قول کے مطابق قرآن کریم میں منقول اہل مکہ کے قول: کہ یہ قرآن دونوں بستیوں کے کسی ایک عظیم شخص پر کیوں نہیں اتارا گیا، ﴿و قالوا لو لا أنزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم﴾[۴۵] میں ایک تو قریہ طائف کے یہی عروہ بن مسعود مراد ہیں اور دوسرے مکہ مکرمہ کے ولید بن مغیرہ ہیں، اسی طرح حدیث میں مذکور "ورأيت عيسى فإذا أقرب من رأيت به شبها عروة بن مسعود" [میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو ان سے مشابہت میں زیادہ قریب ان لوگوں میں جن کو میں نے دیکھا عروہ بن مسعود ہیں] سے یہی عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

صلح حدیبیہ میں عروہ کا اہم کردار رہا ہے اس وقت ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، مشرکین مکہ کی طرف سے آئے تھے، اس موقع پر ابن حجرؒ کے ایک لطیف علمی نکتہ اور فنی نقد کا ذکر فائدہ سے خالی نہ ہو گا، جو انھوں نے صاحب استیعاب "ابن عبد البرؒ" پر کیا ہے لکھتے ہیں: " وترجمه ابن عبد البرّ بأنه شهد الحديبيّة، وهو كذلك، لكن في العرف إذا أطلق على الصحابيّ أنه شهد غزوة كذا يتبادر أنّ المراد أنه شهدها مسلما، فلا يقال شهد معاوية بدرا، لأنه لو أطلق ذلك ظنّ من لا خبرة له، لكونه عرف أنه صحابي، أنه شهدها مع المسلمين." [اور ابن عبد البر نے ان کے ذکر میں لکھا ہے کہ کہ یہ حدیبیہ میں شریک ہوئے، اور واقعہ یہی ہے لیکن عرف میں جب کسی صحابی کے بارے میں مطلقاً کہا جائے کہ وہ فلاں غزوہ میں شریک رہے تو اس سے ذہن میں یہی آتا ہے کہ وہ مسلمان ہونے کی حالت میں اس غزوہ میں شریک رہے، لہذا یہ نہیں کہا جائے گا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بدر میں شریک رہے اس لئے اگر یہ مطلقاً کہا جائے تو وہ شخص جسے فن کی مہارت اور تجربہ نہیں ہے ان کے صحابی معروف ہونے کے سبب یہی گمان کرے گا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوئے] کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت ایمان نہیں لائے تھے، اس لئے ان کی شرکت کفار کے ساتھ رہی ہو گی، اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اس لئے حدیبیہ میں ان کی شرکت کفار کی طرف سے تھی، یہ غزوۂ حنین و طائف کے بعد ۸ یا ۹ ہجری میں اسلام لائے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق ۹ھ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حج سے واپسی کے بعد یہ نبی ﷺ کے پاس آئے، اور ایک روایت ابن اسحاق کی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طائف سے واپسی کے بعد یہ آپ کے پیچھے آئے اور آپ کے مدینہ پہونچنے سے پہلے آپ سے ملاقات کی اور اسلام لائے، اور بروایت صاحب طبقات ابن سعد ربیع الاول ۹ ہجری میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے، اور اسلام لائے، مگر اس پر سبھی کا اتفاق ہے کہ طائف کے حصار کے وقت یہ وہاں موجود نہیں تھے قبیلہ جُرَش میں منجنیق وغیرہ بنانے کا فن سیکھنے گئے تھے، رسول اللہ ﷺ کی طائف سے واپسی کے بعد وہاں پہونچے تھے، اللہ نے اسلام کی محبت دل میں ڈال دی، مدینہ منورہ حاضر ہو کر اسلام لائے[۴۶]، اور پھر آپ ﷺ سے طائف واپسی کا ارادہ ظاہر کیا (تاکہ طائف کے لوگوں کو دین کی دعوت دیں)، آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے ڈر ہے وہ آپ کو قتل کر دیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، جب وہ واپس آئے، اور انھیں دین کی طرف بلایا تو وہ لوگ نہیں مانے اور پھر جبکہ وہ صبح میں اپنے گھر کی چھت پر اذان دے رہے تھے کہ کسی نے ان کو تیر سے مار دیا جس سے وہ شہید ہو گئے، رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "مثل عروة مثل صاحب ياسين دعا قومه إلى الله فقتلوه"[۴۷] [عروہ کی مثال سورہ یٰس میں مذکور اپنی قوم کے داعی جیسی ہے جنھوں نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا تو ان لوگوں نے ان کو قتل کر دیا]۔

اس تفصیل کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ان کی وفات یا تو ۸ھ کے اواخر میں ہے، اس لئے کہ رسول ﷺ عمرۂ جعرانہ سے فارغ ہو کر ذی الحجہ ۸ھ میں مدینہ واپس آگئے تھے یا دوسرے قول کے مطابق ان کی شہادت ۹ھ کے اواخر میں ہوئی اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے، صغانی نے ان کے سن وفات کی صراحت نہیں کی ہے اور نہ ہی سیرۃ ابن ہشام میں اس کا ذکر ہے، ابن حجرؒ نے بھی ان کے ترجمہ میں ان کے سن وفات کی صراحت نہیں کی ہے، البتہ ان کے لڑکے داؤد کے ترجمہ میں یہ لکھا ہے کہ "استشهد أبوه في أواخر حياة النبي ﷺ"[۴۸] اس سے ۹ ہجری میں ان کی وفات کی تائید ہوتی ہے۔

فن رجال میں علامہ صغانیؒ کی طرف منسوب ایک دوسری کتاب شیوخ بخاری اور اساتذۂ شیوخ

بخاری پر مشتمل طبع ہو چکی ہے، جس کی حسب ضرورت تفصیل ذیل میں منقول ہے:

۲-أسامی شیوخ البخاری وکناهم و تواریخ وفیاتهم و أسامی من رووا عنهم و کناهم و أنسابهم:

فن رجال میں علامہ صغانی کی طرف منسوب یہ کتاب، حسنین سلمان مہدی کی تحقیق کے ساتھ، دار الکمال المتحدہ دمشق سے ۱۴۳۷ھ = ۲۰۱۶م میں پہلی بار طبع ہوئی ہے، مؤلفین رجال و طبقات نے علامہ صغانی کی تصانیف کے ذکر میں اس کتاب کا تذکرہ نہیں کیا ہے، محقق حسنین سلمان مہدی کے لکھنے کے مطابق، علامہ صغانی نے یہ کتاب رمضان ۶۴۴ھ میں جبکہ آخری مرتبہ وہ بغداد میں قیام پذیر تھے، تصنیف فرمائی ہے، "انتهى الصغانیؒ من تألیف هذاا الکتاب فی شهر رمضان سنة أربع و أربعین و ست مئة، وکان فی تلک الآونة قد ألقی عصا الترحال مستقرا فی بغداد"[۲۹]، [صغانی اس کتاب کی تالیف سے رمضان ۶۴۴ھ میں فارغ ہوئے، اور وہ ان ایام میں سفر ترک کر کے بغداد میں قیام پذیر ہو چکے تھے]۔

اور خود مصنف نے بھی اس کی یہی تاریخ تصنیف ذکر کی ہے، مصنف کے پاس سے مکتبہ سلیمانیہ ترکیا تک پہونچنے میں اس کتاب نے طویل مرحلہ طے کیا ہے، جس کی روداد محقق نے بہت تفصیل سے دو صفحات میں بیان کی ہے، اس دوران اس کا نسخہ شخصی ملکیت میں ہی منتقل ہوتا رہا، اور شاید کچھ ایسے ہی اسباب تھے کہ اس کتاب کا علم دیگر مؤلفین و تراجم نگاران کو نہ ہو سکا۔

مصنف نے اپنی اس کتاب میں، حافظ ابو نصر احمد بن محمد بن حسین بخاری کلاباذی (۳۹۸ھ) کی کتاب "الهدایة و الإرشاد فی معرفة أهل الثقة و السداد" نیز حافظ ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی (۴۷۴ھ) کی کتاب "التعدیل و التجریح لمن خرّج عنه البخاری فی الجامع الصحیح" اور مؤرخ شہیر ابو القاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ ابن عساکر دمشقی (۵۷۱ھ) کی کتاب "المعجم المشتمل علی ذکر أسماء شیوخ الأئمة النُبُل) سے ان کتابوں کی صراحت کئے بغیر زیادہ تر اقتباس کیا ہے، پھر اس پر کچھ

اضافہ وترمیم بھی کیا ہے مگر اس کے باوجود، تراجم رجال کا استیعاب نہ ہو سکا، چوتھی کتاب جس سے مصنف نے اخذ کیا ہے، اور ہر موقع پر اس کا حوالہ بھی دیا ہے اور کثرت کے ساتھ اس پر رد بھی کیا ہے، وہ حافظ ابو علی احمد بن محمد بن احمد البرَدانی البغدادی (۴۹۸ھ) کی کتاب ''شیوخ البخاری'' ہے، مبہم رجال کی تعیین میں زیادہ تر حافظ ابو علی حسین بن محمد الغسانی الجیّانی (۴۹۸ھ) سے استفادہ کیا ہے، اور بعینہ مؤلف کی عبارت بھی نقل کی ہے، مگر ان کے نام یا ان کی کتاب کی صراحت نہیں کی ہے [۵۰]۔

منہج تالیف:

۱- صاحب ترجمہ کا نام ذکر کرنے کے بعد اگر نام یا نسب میں اختلاف ہوتا ہے تو اسے ذکر کرتے ہیں، اور ان کے بعض اجداد کے احوال بھی ذکر کرتے ہیں۔

۲- بعض القاب یا نسب جو محدثین کے مابین رائج ہیں اور اصول لغت کے خلاف ہیں، اس کی شرح و بیان کے بعد صحیح لغوی توجیہ کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔

۳- اس کے بعد صاحب ترجمہ کے محض ان شیوخ کا ذکر کرتے ہیں جن سے اس کی حدیث کی روایت جامع صحیح بخاری میں نقل کی گئی ہے۔

۴- صاحب ترجمہ سے اگر صحیح بخاری میں روایتیں کثرت سے منقول ہیں تو اس کی پہلی روایت کے بارے میں صراحت کرتے ہیں کہ کس مقام پر مذکور ہے، اور اگر صاحب ترجمہ سے صحیح بخاری میں روایتیں قلیل ہوتی ہیں تو جن جن مقامات پر روایتیں منقول ہیں اس کی بھی صراحت کرتے ہیں۔

۵- صاحب ترجمہ کے احوال کی کچھ تفصیل بھی ذکر کرتے ہیں۔

۶- آخر میں صاحب ترجمہ کے مقام وفات اور تاریخ کا ذکر کرتے ہیں، اور اگر اس میں اختلاف ہوتا ہے تو اسے بھی نقل کرتے ہیں۔

کتاب کے شروع میں امام بخاریؒ کے فضائل ذکر کرنے کے بعد اجمالاً ان شخصیات کا ذکر کیا ہے جن کے تراجم اس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں، بسم اللہ اور حمد وصلاۃ کے بعد لکھتے ہیں: ''قال الملتجئ إلى حرم

الله تعالى :الحسن بن محمد بن الحسن بن حيدر بن إسماعيل العمرى الصغانى أنزله الله من التقوى منزلة يغبطه المتقون، ويستأنس بمكان قبره أهلُ المَعلاةِ و الحَجون، هذا كتاب جمعت فيه أسامى شيوخ أبى عبد الله - محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة بن الأحنف البخارى الجعفى قدس الله روحه و نوّر ضريحه - الذين ذكرهم فى "الجامع الصحيح" فقط --- ورتبتها على حروف المعجم"[51] [حرم الٰہی کی پناہ کے خواستگار، حسن بن محمد---عمری صغانی، اللہ ان کو تقوی کے اس مرتبہ تک پہونچائے جس پر متقی لوگ رشک کریں، اور ان کے مکان قبر سے مقبرہ معلاۃ وحجون کے مدفونین مانوس ہوں، یہ ایک کتاب ہے جس میں امام بخاریؒ کے صرف ان اساتذہ کو میں نے جمع کیا ہے، جن کا ذکر امام بخاریؒ نے جامع صحیح میں کیا ہے---اور حروف معجم پر اس کو ترتیب دیا ہے]۔

کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں:"تَقدّر الفراغ من تأليف هذا الكتاب، يومَ الأربِعاء، الثامن و العشرين من شهر رمضان، سنة أربع و أربعين و ستِ مئةٍ، فى حالة الاعتكاف، وكتب مؤلفه الملتجئ إلى حرم الله تعالى الحسن بن محمد بن الحسن الصغانى، جعله الله مُجابَ الدعوة مسموعَها، وجعل قبره فى القبور رَوحَها وربيعَها، يَتبشبشُ أهلُ الحَجون بإقباله لِما يرَون متكاثفاً صالحُ أعماله، وصلى الله على سيدنا محمد، وآله و صحبه، وسلم تسليما كثيرا" [اس کتاب کی تالیف سے فراغت ۲۸ر رمضان ۶۴۴ھ کو حالت اعتکاف میں مقدر تھی، اور اللہ کے حرم کی پناہ کے خواستگار اس کے مؤلف حسن بن محمد صغانی نے لکھا- اللہ اس کی دعاؤں کو سنی جانے والی اور قبولیت والی بنائے، اور قبروں کے درمیان اس کی قبر کو ان کے لئے باعث خوشی ومسرت اور باغ وبہار بنائے، اس کے صالح اعمال کی کثرت کو دیکھ کر اس کی آمد سے مقبرۂ حجون کے آرام فرما خوشی سے پھولے نہ سمائیں، اور اللہ تعالی ہمارے آقا محمد، اور ان کی آل واصحاب پر خوب خوب رحمت وسلامتی کا نزول فرمائیں][52]۔

امام بخاریؒ کے نسب کے بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ وہ فارسی النسل تھے یا ترکی یا عربی النسل؟ معروف یہ ہے کہ فارسی النسل تھے اور ان کے جد اعلی "بردزبہ" مجوسی تھے اور مجوسیت پر ہی ان کی وفات ہوئی، ان کے لڑکے مغیرہ بخاریٰ کے والی ابو جد عبد اللہ بن محمد المُسندی یمان الجعفی کے ہاتھوں پر ایمان

لائے تھے (الکامل فی ضعفاء الرجال لابی احمد بن عدی الجرجانی ۳۶۵ھ) ، اور بعض مؤرخین حمد اللہ المستوفی، ابوسعید جردیزی اور عبدالرزاق سمرقندی وغیرہ کا قول ہے کہ یہ اوزبک نسل سے ترکی تھے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ جعفی الاصل عربی ہیں، اور بردزبہ ان کے جد اعلی احنف کی صفت ہے اور اس کا معنی بخاری اور عربی دونوں زبانوں میں زراعت پیشہ کے ہے، صغانیؒ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا رجحان تیسرے قول کی جانب ہے، واللہ اعلم۔

نمونے:

۱- **إبراهيم** بن موسى(ق)بن يزيد بن زاذان، ابو إسحاق الفرّاء الرازى التميمى الصغير، سمع أبا عبد الرحمن هشام بن يوسف الصنعانى اليمانىَ قاضيَها، وأبا سعيد يحيَى بن زكرياء بن أبى زائدة خالد الهمدانى الكوفى، وأبا عمرو عيسى بن يونس بن أبى إسحاق عمرو السَبِيعى- روى عنه البخارى فى الحيض و الصلاة وغير موضع[ابراہیم بن موسی بن یزید بن زاذان، ابو اسحاق فرّاری، رازی، تمیمی، انھوں نے ابو عبد الرحمن ہشام بن یوسف صنعانی قاضی یمن اور ابوسعید یحییٰ بن زکریا ابن ابوزائدہ، اورابوعمرو عیسی بن یونس بن ابواسحاق سبیعی وغیرہ سے سنا ہے، امام بخاری نے ان سے کتاب الحیض، کتاب الصلاۃ اور اس کے علاوہ مواضع میں حدیثیں روایت کی ہیں]۔

ابراہیم کی کنیت ابواسحاق ہے، "صغیر" سے معروف ہیں، احمد بن حنبلؒ کسی کو ان کا ذکر کرتے ہوئے اس سے "الصغیر" سنتے تو ناگواری کا اظہار کرتے اور کہتے "هو كبير فى العلم والجلالة" وہ علم ومرتبہ میں بڑے ہیں، صحیح بخاری میں ان کی روایات زیادہ تر ہشام بن یوسف سے ہیں، اور اوپر مذکور شیوخ کے علاوہ ولید بن مسلم، عبدۃ بن سلیمان الکلابی، عبدالوہاب بن عبد المجید اور یزید بن زریع سے بھی منقول ہیں۔

صاحب ترجمہ کے سامنے (ق) اس کی علامت ہے کہ اس راوی سے احادیث کی تخریج پر صحیحین کے مصنفین بخاری ومسلم کا اتفاق ہے، امام مسلمؒ نے بھی اپنی صحیح میں ان سے روایت لی ہے، مگر بقول محقق کتاب، مصنف اس رمز کے استعمال پر التزام نہ کرسکے [۵۳]۔

۲- **أحمد** بن يزيد بن إبراهيم، أبوالحسن الحرّانيُّ: يعرف بالوَرتَنِيسِيُّ، سمع أبا خيثمة زهير بن معاوية بن حُديج الجعفيَّ الكوفيَّ،روى عنه أبو أحمد محمد بن يوسف البِيكَندِيُّ البخاريُّ [٣٦١٥]، ذكره أبو على أحمد بن محمد بن أحمد البَرَدانى فى "شيوخ البخارى" و ليس هو من شيوخه بل هو شيخ شيخه ، فنبهت عليه لئلا يُظَن بى أنى أسقطته"[۵۴]

[احمد بن یزید ابوالحسن حرانی،وَرْتَنِیسی[۵۵] سے معروف ہیں،انھوں نے ابوخیثمہ زہیر بن معاویہ سے سنا ہے،اور ان سے ابو احمد محمد بن یوسف بیکندی نے روایت کی ہے،ابو علی بردانی نے بخاریؒ کے اساتذہ میں ان کو ذکر کیا ہے، جبکہ یہ ان کے اساتذہ میں نہیں ہیں، بلکہ ان کے استاذ کے استاذ ہیں،میں نے اس لئے اس کی نشاندہی کر دی تا کہ یہ نہ گمان کیا جائے کہ میں نے ان کو ساقط کر دیا ہے]۔

احمد بن یزید کو ابو حاتم نے ضعیف فی الحدیث کہا ہے،اور نسائی وغیرہ نے ثقہ کہا ہے، امام بخاری نے ان کی روایت کو باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں متابعۃً ذکر کیا ہے،اس کے علاوہ صحیح بخاری میں ان سے کوئی روایت مذکور نہیں ہے، زہیر بن معاویہ سے اس حدیث کو احمد بن یزید کے علاوہ حسن بن محمد بن اعین نے بھی روایت کیا ہے،"فتبين أن تخريجه لهذا في المتابعة لا في الأصول على أن البخاري قد لقي أحمد هذا وحدث عنه في التاريخ فهو عارف بحديثه والله أعلم"[لہذا واضح ہو گیا کہ امام بخاری کا ان کی حدیث کو ذکر کرنا متابعت کی قبیل سے ہے نہ کہ اصالۃً، اس کے باوجود بخاریؒ کی ان سے ملاقات ہے ، اور انھوں نے اپنی کتاب تاریخ میں ان احمد بن یزید سے حدیث کی روایت کی ہے لہذا وہ ان کی حدیث کی حیثیت کے بارے میں زیادہ واقف ہیں واللہ اعلم][۵۶] انتھی،ابن حجرؒ کی اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہو تا ہے کہ یہ احمد بن یزید امام بخاریؒ کے استاذ ہیں،راقم السطور امام بخاری کی التاریخ الکبیر اور التاریخ الاوسط میں حتی المقدور تلاش کے باوجود امام بخاری کی ان سے ملاقات کی صراحت پر مطلع نہ ہو سکا،واللہ اعلم۔

حافظ ابن حجرؒ اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"احمد بن يزيد بن ابراهيم بن الورتنيس ابو الحسن الحرانى۔۔ قلت: ووثقه مسلمة وفي الكنى لأبي أحمد

الحاكم ما يدل على أن الورتنيس لقب إبراهيم" نیز نزہۃ الالباب فی الالقاب میں لکھتے ہیں :" الورتنيس هُوَ إِبْرَاهِيم جد أَحْمد بن يزِيد شيخ البُخَارِيّ" اور تہذیب الکمال فی اسماء الرجال میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا گیا ہے" أَحْمَد بن يز يد بن إِبْرَاهِيم بن الورتنيس الورتنيسي أَبُو الحسن الحراني" اور اکمال تہذیب الکمال میں یہ وضاحت کی ہے کہ ورتنیس کا نام بھی ابراہیم ہے،" إبراهيم بن الورتنيس، واسمه إبراهيم" اس تفصیل کا خلاصہ یہ نکلا کہ "ورتنیس" احمد بن یزید کے دادا کا لقب ہے اور ورتنیسی سے معروف احمد بن یزید ہیں، ابن حبان (ت ۳۵۴ھ) نے "ثقات" میں ان کا ذکر احمد بن یوسف بن یزید بن ابراہیم، ابو الحسن الحرانی مولی بنی امیہ سے کیا ہے، واللہ اعلم۔

۳- **حسّان** بن حسّان بن أبى عبّاد، وقال أبو نصر أحمد بن محمد بن الحسين الكلاباذى (و كلاباز مَحلة من محالِّ بخارا): حسان بن أبى عباد، واسمه أيضاً حسان۔ والصواب الأول، أبوعلى البصرى، سكن مكة حرَسها الله تعالى، سمع أبابكر همامَ بن يحيَى بن دينار العَوذِىّ المُحَلِّمِىَّ،و أبا عبدالله محمد بن طلحة بن مُصرِّفٍ اليامِىَ الكوفىَ، روى عنه البخارى فى العمرة،و فى غزوة أُحد،توفى سنة ثلاث عشرة و مئتين۔[57]

[حسان بن حسان بن ابی عباد (یعنی ابو عباد، ان کے دادا ہیں) اور ابو نصر کلا بازی نے "حسان بن ابو عباد" یعنی ابو عباد کو ان کا باپ بتایا ہے، اور یہ کہا ہے کہ ابو عباد کا نام بھی حسان ہے، یہ غلط ہے، صحیح قول پہلا والا ہے، یعنی حسان کے والد کا نام حسان ہے، اور ابو عباد ان کے دادا ہیں، اور صاحب ترجمہ حسان کی کنیت ابو علی ہے، بصری کلا بازی ہیں، کلاباز بخارا کا ایک محلہ ہے، مکہ مکرمہ (اللہ اس کی حفاظت فرمائے) میں سکونت پذیر تھے، انھوں نے ہمام بن یحییٰ بن دینار العوذی المحلمی اور ابو عبد اللہ محمد بن طلحہ بن مصرف یامی کوفی سے سنا ہے، امام بخاریؒ نے ان کی روایت کتاب العمرۃ اور باب غزوہ احد میں ذکر کی ہے، ۲۱۳ھ میں وفات پائی]۔

حسان بن حسان کا ذکر کرتے ہوئے ابن حجرؒ تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں:" البصرى ،أبو على ابن أبى عبادنزيل مكة روى عن شعبة۔۔۔ومحمد بن طلحةبن مصرف و همام و أبى عوانة و

غيرهم ، وعنه البخارى ۔۔۔قال أبو حاتم منكر الحديث،قلت : وقال الدارقطنى في الجرح والتعديل ليس بقوي وجعل ابن عدي في شيوخ البخاري حسان بن حسان غير حسان بن أبي عباد والصواب أنه رجل واحد وخلط ابن مندة وغيره ترجمته بترجمة حسان بن حسان الواسطي نزل البصرة وهو ضعيف والصواب التفرقة "[ابو علی بن ابو عباد، بصری ہیں، مکہ مکرمہ میں اقامت پذیر رہے۔ شعبہ، محمد بن طلحہ، ہمام، ابو عوانہ وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے بخاری نے روایت کی ہے، ابو حاتم نے کہا کہ منکر الحدیث ہیں، میں نے کہا کہ اور دار قطنی نے الجرح والتعدیل میں ان کو لیس بالقوی کہا ہے اور ابن عدی نے حسان بن حسان کو شیوخ بخاری میں شمار کیا ہے نہ کہ حسان بن عباد کو، اور صحیح یہ ہے کہ دونوں ایک ہیں، اور ابن مندہ وغیرہ نے ان کے ترجمہ کو حسان بن حسان واسطی کے ترجمہ کے ساتھ خلط ملط کر دیا ہے، یہ بصرہ میں مقیم ہوئے اور یہ ضعیف ہیں، اور صحیح یہ ہے کہ دونوں الگ ہیں]۔

اس کے بعد حسان بن حسان الواسطی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:" وليس هذا بحسان الذي روى عنه البخاري ذاك حسان بن حسان بن أبي عباد يروي عن همام ولا أعرف له عن شعبة شيئا وهذا يدل على أن ابن أبي عباد ليست له رواية عن شعبة بخلاف ما في الأصل ذكرته للتمييز وقد خلط بعضهم أيضا ترجمته بترجمة حسان بن عبد الله الواسطي الآتي والصواب التفرقة."[یہ وہ حسان نہیں ہیں جن سے بخاری نے روایت کی ہے وہ حسان بن حسان بن ابو عباد ہیں جو ہمام سے روایت کرتے ہیں اور مجھے شعبہ سے ان کی کسی روایت کا علم نہیں ہے، اور یہ اس پر دال ہے کہ ابن ابو عباد کی کوئی روایت شعبہ سے نہیں ہے بر خلاف اس کے جو اصل (ما قبل) میں مذکور ہوا، میں نے ان کا ذکر امتیاز کے لئے کیا ہے، اور بعض لوگوں نے ان کے ترجمہ کو بھی آگے مذکور حسان بن عبد اللہ واسطی کے ترجمہ سے مخلوط کر دیا ہے، اور صحیح یہ ہے کہ (یہ دونوں بھی) الگ الگ ہیں]۔

اس کے بعد ترجمہ رقم ۴۵٦ پر بخاری کے رمز "خ" کے ساتھ لکھتے ہیں "حسان بن أبي عباد هو حسان بن حسان"[حسان بن ابی عباد، یہ حسان بن حسان ہی ہیں]، اور مقدمہ فتح الباری میں الفصل التاسع فی سیاق من طعن فیہ کے تحت لکھتے ہیں:"۔۔۔۔ قلت روى عنه البخاري حديثين فقط "[بخاری نے ان

سے محض دو حدیثیں روایت کی ہیں]۔ انتہی کلامہ

حسان بن حسان کی صحیح بخاری میں روایات:

راقم السطور[58] کہتا ہے کہ: مذکورہ بالا تفصیل سے ایک بات تو یہ واضح ہوئی کہ حسان کے والد کا نام بھی حسان ہے اور ابو عباد ان کے دادا ہیں، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ روایات کی سندوں میں جہاں حسان بن ابی عباد وارد ہے اس سے مراد حسان بن حسان ہی ہیں، ان دونوں امور کو سامنے رکھتے ہوئے دیکھا جائے تو صحیح بخاری میں حسان بن حسان سے محض دو حدیثیں نہیں بلکہ چھ احادیث امام بخاری نے روایت کی ہیں جو بالترتیب یہ ہیں:

١- حدثنا حسان بن حسان، حدثنا همام، عن قتادة، سألت أنسا ﷺ، كم اعتمر النبي ﷺ؟ قال: " أربع ---الحديث (کتاب العمرة: باب کم اعتمر النبی ﷺ، حدیث ١٧٧٨)

٢- حدثنا حسان بن أبي عباد، حدثنا همام، قال: سمعت نافعا، يحدث عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما: أن عائشة رضی الله عنها ساومت بريرة، فخرج إلى الصلاة،---الحديث (کتاب البیوع: باب البیع والشراء مع النساء، حدیث ٢١٥٦) اس حدیث کی شرح میں ابن حجرؒ لکھتے ہیں: "وحسان أول السند وقع عند المستملى "ابن أبى عباد" وعند غيره حسان بن حسان ، وهما واحد" یعنی مستملی کی روایت میں اس حدیث کی سند کے شروع میں حسان بن ابی عباد ہے اور ان کے علاوہ کی روایت میں حسان بن حسان ہے اور یہ دونوں ایک ہی ہیں (فتح الباری)۔

٣- حدثنا حسان بن أبي عباد، حدثنا همام، عن قتادة، عن أنس رضی الله عنه : أن يهوديا رضّ رأس جارية بين حجرين---الحديث (کتاب الوصایا: باب اذا أومأ المریض برأسه حدیث ٢٧٤٦)۔

٤- أخبرنا حسان بن حسان، حدثنا محمد بن طلحة، حدثنا حميد، عن أنس رضی الله عنه أن عمه غاب عن بدر---الحديث (کتاب المغازی: باب غزوۃ احد حدیث ٤٠٤٨)۔

٥- حدثنا حسان بن حسان، حدثنا همام، عن قتادة، عن أنس ﷺ، قال: قال النبي ﷺ لأَبَي ﷺ: «إن الله أمرني أن أقرأ عليك القرآن --الحديث (کتاب التفسیر: سورۃ لم یکن، حدیث ٤٩٦٠)۔

٦- حدثنا حسان بن أبي عباد، حدثنا همام، حدثنا عطاء، عن جابر رضی الله عنه ، قال: قال رسول الله ﷺ: "أطفئوا المصابيح بالليل إذا رقدتم۔۔۔الحديث (کتاب الاستئذان: باب اغلاق الابواب باللیل)۔ فلیتامل واللہ اعلم بالصواب۔ اعظمی المدنی

۴- **محمد** بن سابق،أبوجعفرٍ، و يقال أبو سعيد، البزاز التميميُّ، مولاهم البغداديُّ، أصله من فارِسَ كان بالكوفة۔ سمع أبا مُعاوية شيبان بن عبدالرحمن النحوى، وأبا عبدالله مالكَ بن مِغول بن عاصم البجلىَّ، و أبا يوسف إسرائيل بن يونس بن أبى إسحاق عمروٍ السبيعىَّ، وأبا الصلت زائدةَ بن قُدامةَ الثقفىَ الكوفىَ، روى عنه البخاريُّ فى "الوصايا "فقط، فى "باب قضاء الوصىِّ ديونَ الميت بغير مَحضَر من الورَثَة"؛ فقال:"حدثنا محمدُ بن سابق. أو الفضلُ بن يعقوبَ، عنه.قال :حدثنا شيبان" بحديث[٥٩]،(محمد بن سابق،ابوجعفر اور کہاجاتا ہے ابو سعید بزاز، تمیمی بغدادی، یہ اصلاً فارس کے ہیں کوفہ میں رہے،ابو معاویہ شیبان بن عبد الرحمن نحوی، ابوعبد اللہ مالک بن مغول بن عاصم بَجلی،ابو یوسف اسرائیل بن یونس بن ابو اسحاق عمرو سبیعی، اور ابوصلت زائدۃ بن قدامہ ثقفی کوفی سے سنا ہے، امام بخاریؒ نے ان سے صرف کتاب الوصایامیں ایک روایت "باب قضاء الوصى ديون الميت بغير محضر من الورثة "میں ذکر کی ہے، فرماتے ہیں: یہ حدیث ہم سے محمد بن سابق نے بیان کیا—اور ان سے شیبان نے– یاہم سے فضل بن یعقوب نے بیان کیا اور ان سے محمد بن سابق نے اور ان سے شیبان نے بیان کیا)، انتھی۔

اور یہ واحد روایت ہو گی جو امام بخاریؒ نے محمد بن سابق سے بلاواسطہ سنی ہو گی، مگر اس کو بھی انھوں نے "أو" سے شک کے ساتھ نقل کیا ہے، حافظ ابن حجرؒ نے بھی صراحت کی ہے کہ ایسے ہی یہاں شک کے ساتھ ہے" هكذا وقع هنا بالشك "محمد بن سابق کی وفات ۲۱۳ یا ۲۱۴ھ میں ہے، ان کی وفات کے وقت امام بخاریؒ کی عمر، انیس یا بیس سال رہی ہو گی، لہذا امام بخاریؒ سے ان کی ملاقات اور سماع ممکن ہے، اور اس ایک روایت کے سوا کسی روایت سے سماع یا لقاء کا ثبوت صراحۃً معلوم نہیں، مگر چونکہ امام بخاریؒ نے صیغۂ تصریح بالسماع "**حدثنا**" کے ذریعہ بیان کیا ہے، اس لئے مناسب یہ ہے کہ " أو الفضل بن يعقوب عنه

"کے ذریعہ شک کے اظہار کو ان کی غایت احتیاط پر محمول کیا جائے"[60]۔

صحیح بخاری کی بقیہ روایات جن کی سندوں میں محمد بن سابق کا ذکر آیا ہے، امام بخاریؒ کے اساتذہ کے استاذ کے طور پر آیا ہے، جیسا کہ آگے کی عبارت میں واضح کر دیا ہے، "وروى عن أبى العباس الفضل بن يعقوب بن إبراهيم الرُخاميّ البغداديّ،وأبى عليٍّ الحسن بن محمد بن الصبّاح الزعفرانيّ، و أبى علىّ الحسن بن إسحاق المَروزيّ و أبى عبدالله محمد بن عبد الله - يقال: إنه محمد بن يحيَى بن عبدالله الذُهليُّ - عنه، فى "النكاح" و " الجهاد" و "الأشربة" و "عمرة الحديبية" ، توفى ببغداد سنة ثلاث عشرة- أو أربع عشرة -ومئتين "[61] (یعنی امام بخاریؒ نے اپنے ان اساتذہ فضل بن یعقوب، محمد بن الصباح، حسن بن اسحاق اور محمد بن عبد اللہ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ محمد بن یحیٰ بن عبد اللہ ذہلی ہیں سے سنا ہے اور ان لوگوں نے محمد بن سابق سے سنا ہے، اور محمد بن سابق سے ان لوگوں کی روایتیں صحیح بخاری میں کتاب النکاح، کتاب الجہاد، کتاب الاشربہ اور عمرۃ الحدیبیہ میں مذکور ہیں)۔

۲- العلامة الإمام محمد بن طاهر بن على پٹّنی رحمه الله(۹۱۳-۹۸۶ھ):

مجد الدین محمد بن طاہر بن علی رحمہ اللہ ۹۱۳ھ میں گجرات کے ایک شہر "پٹّن" میں پیدا ہوئے، وہیں پرورش پائی اور کمسنی میں ہی قرآن کریم کا حفظ مکمل کر لیا، اساتذۂ وقت ملامہنہ، شیخ ناگوری، شیخ برہان الدین سمہودی سے علم حاصل کیا، اور پندرہ سال کی عمر کو پہونچتے پہونچتے متعدد علوم میں کمال و مہارت حاصل کر لی، ۹۴۴ھ میں حرمین شریفین کا سفر کیا، اور شیخ ابو الحسن بکری، احمد بن حجر مکی، جار اللہ بن فہد، عبید اللہ سرہندی، عبد اللہ العیدروس، شیخ برخوردار سندی وغیرہ سے استفادہ کیا، اور صاحب کنز العمال[62]، شیخ علی بن حسام الدین المتقی الہندی متوفی ۹۷۵ھ کی صحبت اختیار کی، اپنے وطن گجرات واپس آنے کے بعد اپنے عہد میں اٹھنے والے فتنۂ مہدویہ کو ختم کرنے کے لئے زبردست جد وجہد کی، نیز فنون حدیث میں متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں، مشہور کتابوں میں ""مجمع بحار الأنوار فی غرائب التنزیل و لطائف الأخبار''، ""تذکرة الموضوعات"اور فن رجال میں "المغنی فی ضبط الأسماء لرواة الأنباء"، "قانون الموضوعات و الضعفاء"

اور "تلخیص خواتم جامع الاصول" ہیں، ۹۸٦ھ میں شہر اُجّین میں مہدوی فرقہ کے بعض افراد نے ان پر قاتلانہ حملہ کیا جس میں یہ شہید ہوئے، وہاں سے ان کے جسد کو دفن کیلئے پٹّن لایا گیا۔

۱-كتاب المغنى فى ضبط الأسماء لرواة الأنباء:

یہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے رواۃ حدیث کے اسماء، القاب، کنیت اور انساب کے ضبط حرکات اور صحیح تلفظ کے بیان پر مشتمل ہے، اور علوم حدیث میں یہ ایک اہم اور مشکل فن ہے، کیونکہ اسماء کے تلفظ میں نہ ذہن کا دخل ہے اور نہ قواعد و معانی کا، چنانچہ علامہ پٹنی علیہ الرحمۃ اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: "وقال النووى: لكن اعتناء ک بضبط ملتبس الأسماء أكثر من ملتبس المتون، إذ لا مدخل للمعنى والذهن فيها ولو باعتناء شديد"[۶۳]، [امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مشتبہ متون سے زیادہ مشتبہ اسماء پر توجہ ہونی چاہئے کیونکہ شدت اہتمام کے باوجود اس میں ذہن اور معنی کا کوئی دخل نہیں ہوتا]، آگے وجہ تالیف بیان کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ علم ہمارے بلاد میں پس پشت ڈال دیا گیا ہے، اور اس موضوع پر مجھے کوئی مستقل کتاب نظر نہیں آئی، "فامتدت أعناق فضلاء الأوان إلى كتاب يتضمن ا لضبط من غير كشف الأحوال، فتصفحت له بلاد العرب و العجم ببذل ما فى الوسع من الجهد و الأموال، فلم أجد كتابا وافيا على نحو ما اقترحت لبيان أحوالهم -----فلما جاء بحمد الله على وفق ما راموا وجيزا مغنيا عن مجلدات ذوات الخطر وكا فية عن البحر المحيط بعدة القطر سارعت فى تبييضه ممتثلا إشارة من أمره مطاع---"[۶۴]، [لہذا اس وقت کے فضلاء کا تقاضا ایک ایسی کتاب کا ہوا، جو راویوں کے بیان احوال کے بغیر (ان کے اسماء) کے ضبط کو مشتمل ہو، چنانچہ میں نے حتی الوسع جد و جہد اور مال خرچ کر کے بلاد عرب و عجم میں اس کی جستجو کی، مگر کوئی ایسی کتاب نہیں ملی جو مجوزہ طلب پر ان کے احوال کے بیان کو پورا کر سکے-----اور بحمد اللہ پھر جب کتاب ان کی منشاء کے مطابق پوری اتری، یعنی مختصر جو کئی مہتم بالشان مجلدات سے بے نیاز کرنے والی ہو، اور چند قطروں میں وسیع و عریض سمندر سے کفایت کرنے والی ہو، تو میں نے اس کے اشارہ پر عمل کرتے ہوئے اس

کی تبییض کا کام شروع کر دیا جس کے حکم کی اطاعت لازم ہے][65]۔ انتھی، یہ کتاب انھوں نے اپنے شیخ علی متقی الہندی کے اشارہ پر لکھی ہے جیسا کہ مقدمہ کی آگے کی عبارتوں سے واضح ہے، مقدمہ میں بیانِ ضبطِ حروف و حرکات کا نہج اور کتاب میں مستعمل رموز کی تفصیل بھی ذکر کی ہے۔

نمونے:

۱- **التُستَری**: بضم تاء أولى، وسكون سين مهملة، و في مق : بفتح مثناة، فراء،[66] منه: على ابن أحمد، هو بفتح تاء أولى، و فتح ثانية على الأشهر ، والقاضى ضمهما ، ن [67]۔ ويقال شُشتَر بمعجمتين ، و فتح فوقية ، مدينة۔[68]

[یعنی تستری پہلی تاء کے پیش اور سین غیر منقوط کے سکون کے ساتھ، اور مقدمہ ابن حجر میں تاء کے فتحہ اور اس کے بعد راء کے ساتھ ہے، اور اسی جگہ کے علی بن احمد ہیں، (امام نووی نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ) وہ پہلی تاء کے فتحہ اور مشہور قول پر دوسری تاء کے فتحہ کے ساتھ ہے، اور قاضی نے دونوں تاء کو ضمہ (پیش) دیا ہے، ن (کا رمز نووی کے لئے ہے)، اور کہا جاتا ہے شُشتر دونوں شین منقوطہ اور تاء کے فتحہ کے ساتھ، ایک شہر ہے]۔

۲- **ل** (کتاب کی فراہم تمام طبعات میں ایسے ہی "ل" ہے، اور اس کے بارے میں کسی نے کوئی وضاحت نہیں کی ہے، راقم السطور کا اغلب گمان یہ ہے کہ یہ "مل" میم کے ساتھ ہے، ممکن ہے کتاب کے مخطوطہ میں واضح نہ ہو اور کاتب نے اس پر توجہ نہ دی ہو، اعظمی مدنی): أبو عثمان عبد الرحمن بن مُل النهدى: بضم ميم وكسرها و يقال بفتحها، مق - و شدة لام، ويقال: بمكسورة، وسكون لام، فهمزة ، ن ، مخضرم ، عاش فى كل من الجاهلية و الإسلام أكثر من ستين سنة، مات سنة ٩٥ (خمس و تسعين) وله مائة و ثلاثون سنة (١٣٠)[69]

[ابو عثمان عبد الرحمن بن مل النہدی: میم کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ اور اس کے فتحہ کے ساتھ بھی کہا جاتا ہے، (مقدمہ ابن حجر)۔ اور لام کی تشدید کے ساتھ، نیز میم کے کسرہ اور لام کے سکون اور اس کے بعد

ہمزہ کے ساتھ بھی کہا جاتا ہے،(نووی)، مخضرم ہیں، جاہلیت اور اسلام ہر ایک میں ساٹھ سال سے زیادہ کی عمر پائی، ۹۵ہجری میں ایک سو تیس سال کی عمر میں وفات ہوئی]۔

یہ ابو عثمان نہدیؒ ہیں، جو رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ایمان لا چکے تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ منورہ تشریف لائے"

عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَلٍّ أَبُو عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ أَسْلَمَ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَمْ يَرَهُ، حَجَّ قَبْلَ بِعْثَةِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْجَاهِلِيَّةِ حَجَّتَيْنِ، تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعِينَ وَمِائَةِ سَنَةٍ، تُوُفِّيَ سَنَةَ إِحْدَى وَثَمَانِينَ، وَقِيلَ: سَنَةَ مِائَةٍ بِالْبَصْرَةِ، سَلَّمَ إِلَى سُعَاةِ النَّبِيِّ ﷺ صَدَقَةَ ثَلَاثِ سِنِينَ وَهُوَ مُسْلِمٌ، ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فِي أَيَّامِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، كَانَ كَثِيرَ الْعِبَادَةِ، حَسَنَ الْقِرَاءَةِ، لَزِمَ سَلْمَانَ الْفَارِسِيَّ فَصَحِبَهُ اثْنَيْ عَشَرَ سَنَةً"[70] [عبد الرحمن بن مل ابو عثمان نہدیؒ، نبی ﷺ کے عہد میں اسلام لائے، مگر آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکے، نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے عہد جاہلیت میں دو حج کئے، ایک سو چالیس سال کی عمر میں ۸۱ھ میں اور ایک قول کے مطابق ۱۰۰ھ میں بصرہ میں وفات پائی، نبی ﷺ کے عاملین کو بحالت اسلام تین سال کی زکاۃ ادا کی، پھر عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدینہ منورہ تشریف لائے، کثرت عبادت اور حسن قرأت سے متصف تھے، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی صحبت کو لازم پکڑا اور بارہ سال تک ان کے ساتھ رہے]۔

۳- **النجاشي** : بمفتوحة، -وقيل بكسرها -زر- و خفة جيم ، و بمعجمة ، و خفة ياء ، سماعا عن الثقات ، وعن صاحب التكملة : تشديدها ، و قيل بهما ، وتشديد جيمه خطأ ، و كذا أبو النجاشي ، كنية عطاء مولى رافع -ك- لقب ملِك الحبشة ، بخفة ياء ، وقيل بكسر نون ،و الحبشة يقول بخاء معجمة - زر-[71]

[نجاشی: نون پر فتحہ، اور جیم بغیر تشدید اور شین منقوطہ اور یاء بلا تشدید، ثقات سے ایسا ہی سنا گیا ہے- نون کے کسرہ کا بھی قول ہے،(زرکشی) اور صاحب تکملہ سے یاء مشدد منقول ہے، اور دونوں کے صحیح ہونے کا بھی قول ہے، جیم پر تشدید غلط ہے، اور ایسا ہی عطا مولی رافع کی کنیت ابو نجاشی کا بھی ضبط ہے(کرمانی)، شاہ

حبشہ کالقب ہے، یاء کی تخفیف کے ساتھ، اور نون کو کسرہ بھی کہا گیا ہے، اور حبشہ کے لوگ خاء معجمہ (منقوط) کے ساتھ کہتے ہیں(زرکشی)]۔

ابو نجاشی کا نام عطا بن صہیب انصاری ہے، یہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ ہیں، چھ سال تک ان کے ساتھ رہے، انھوں نے اپنے آقا رافع بن خدیج سے روایت کی ہے، اور اِن سے ایوب بن عتبہ، عبد الرحمن اوزاعی، عکرمہ بن عمار اور یحییٰ بن کثیر نے روایت کی ہے، نسائیؒ نے ثقہ کہا ہے اور ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے، ان کی روایتیں صحیحین، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں مذکور ہیں[۴۲]۔

۲- قانون الموضوعات و الضعفاء:

یہ علامہ محمد طاہر پٹنی کی رجال کے موضوع پر ایک دوسری کتاب ہے جو انھوں نے "تذکرۃ الموضوعات" کی تصنیف سے فراغت کے بعد تالیف فرمائی، اور یہ کتاب ان کی "تذکرۃ الموضوعات" کے آخر میں بطور ذیل وضمیمہ طبع بھی ہوئی ہے، اس کتاب کے متعلق وہ لکھتے ہیں:" لما استرحت عن أعباء جمع الموضوعات و ما فيها من تنقيدات الفضلاء البررة، حركني بعض الأعزة، وميز الأحبة، وصدق الطوية، و فرط المحبة أن أجمع الضعفاء من الرواة الكذابين، و أسرد الوضاع و المفترين ليكون قانونا كليا في معرفة الأخبار الموضوعات و ضبط الضعاف و المفتريات ، فسارعت في ذلک ونقحت ما هنالک "[۴۳][جب میں نے موضوعات اور فضلاء کی اس میں جو تنقیدیں ہیں اس کو جمع کرنے سے راحت کی سانس لی، تو بعض عزیزوں، خاص احباب، پاک طینت اور کثرت سے محبت کرنے والوں نے مجھے ترغیب دی کہ میں ضعفاء یعنی کذاب راویوں کو جمع کردوں اور مفترین ووضاعین کا بھی ذکر کردوں، تاکہ موضوع احادیث کی معرفت، اور گھڑی ہوئی کمزور روایات کے ضابطہ میں ایک کلی قانون سامنے آجائے، چنانچہ میں نے اس کی تعمیل میں جلدی کی، اور جو کچھ فراہم تھا اس کی تنقیح کی،]۔

کتاب حروف ہجا کی ترتیب پر مرتب ہے، اور اس میں جن مصادر سے اخذ کیا گیا ہے اس کے رموز بھی مصنف نے مقرر کئے ہیں، رموز کی وضاحت کے بعد لکھتے ہیں" ونلحق بعد حروف المعجم باباً

للنسب والكنى والألقاب، ثم إنى ربما أكرر بعض المسميات لكثرة تراجمه من الاسم واللقب والنسبة ، فأورد كلاً فى موضعه من الأبواب لئلا يختلف على من لا يعرف اتحاد المسمى "[74] [اور حروف معجم کے بعد ہم ایک باب، نسب، کنی اور القاب کے لئے شامل کریں گے، اور ہم بعض مسمیٰ کو ان کے تراجم یعنی نام، لقب اور نسبت کی کثرت کے باعث مکرر ذکر کریں گے، چنانچہ ہر ایک کو ابواب میں ان کے موقع پر ذکر کریں گے، تاکہ مسمی کے اتحاد سے جو واقف نہ ہو اس پر یہ متعدد نہ ہو جائیں]

نمونے:

۱- **أبان** بن جعفر البصرى : واضع، قال ابن حبان : رأيته وضع على أبى حنيفة رحمه الله أكثر من ثلاث ما ئة حديث مما لم يحدث به أبو حنيفة قط، فقلت له : يا شيخ اتق الله ولا تكذب، وفى اللسان هو تصحيف، وإنما هو باء بالهمزة لا بنون، والخطيب خفف الباء و ابن ما كولاء شدده وقصره ،قلت: المعتمد قول ابن حبان فإنه أدركه و سمع منه والتصحيف إنما يكون فى أسماء أخذت من الصحف[75]،

[ابان بن جعفر بصری حدیثیں گھڑنے والے ہیں، ابن حبان کا کہنا ہے کہ میں نے ان کو دیکھا ہے، انھوں نے ابو حنیفہ کے نام پر تین سو سے زیادہ حدیثیں گھڑ ڈالیں، جسے ابو حنیفہ نے کبھی روایت ہی نہیں کیا، میں نے کہا: بڈھے! اللہ سے ڈرو، جھوٹ مت بکو، اور لسان (المیزان) میں ہے کہ یہ تصحیف ہے، یہ "أباء" باء اور ہمزہ کے ساتھ ہے نہ کہ نون کے ساتھ (لسان المیزان کی عبارت یہ ہے: قلت: كذا سماه ابن حبان، وصحفه، وإنما هو "أباء" بهمزة لابنون)[76]، اور خطیب نے باء کو مخفف کہا ہے اور ابن ماکولا نے اس کو مشدد اور مقصور کہا ہے، میں (محمد طاہر پٹنی) نے کہا: معتمد قول ابن حبان کا ہی ہے، کیونکہ انھوں نے ان کو پایا ہے اور سنا ہے، تصحیف ان اسماء میں ہوتی ہے جو کتابوں سے لئے گئے ہوں]۔

۲- **سليمان** بن عمرو النخعى: كذاب ، وهو أبو داؤد النخعى،قال عبد الجبار: كان أطول الناس قياما بليل و أكثرهم صياما،وكان يضع الحديث[77]۔

[سلیمان بن عمرو نخعی کذاب ہیں، اور یہ ابو داؤد نخعی ہیں، عبد الجبار نے ان کے بارے میں کہا ہے: راتوں میں بہت طویل قیام کرنے والے اور دن میں روزہ رکھنے والے تھے، اور حدیثیں وضع کرتے تھے، بناتے تھے]، ان کا تذکرہ کُنٰی میں بھی کیا ہے لکھتے ہیں: أبوداؤد النخعی : کذاب یضع ، وقد مر فی سلیمان[78]، [ابو داؤد نخعی کذاب ہیں حدیثیں گھڑتے تھے، ان کا ذکر سلیمان (اسماء) میں گزر چکا ہے]۔

۳- **نعیم** بن حماد : وثقه قوم و ضعفه ابن معین، وقال ابن عدی: یضع، قلت: هو أحد الأئمة الأعلام ، روی له الترمذی والبخاری و أبوداؤد وابن ماجه ، ویقال إنه أول من جمع المسند"[79]، [نعیم بن حماد کو محدثین نے ثقہ مانا ہے، اور ابن معین نے انھیں ضعیف قرار دیا ہے، اور ابن عدی نے کہا ہے کہ یہ حدیث وضع کرتے ہیں، میرا کہنا ہے کہ یہ ائمۂ اعلام میں سے ایک ہیں، ترمذی، بخاری، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ان کی روایتوں کو لیا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے مسند جمع کیا]۔

یہ نعیم بن حماد بن معاویہ بن حارث بن ہمام خزاعی مروزی ہیں، کنیت ابو عبد اللہ ہے حافظ حدیث اور صاحب تصانیف ہیں، امام ابو حنیفہؒ کے خلاف جھوٹی اور من گھڑت حکایات پر مبنی کتابیں بھی لکھیں، ابن عدی نے کامل میں ان کی کچھ منکر احادیث کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: " أَرْجُو أَن یکون بَاقِي حَدِیثه مُسْتَقِیمًا "[80] امید ہے کہ ان کی بقیہ احادیث درست ہوں گی، بخاریؒ نے تعلیقا ان سے روایت کی ہے، پہلے فرقہ جہمیہ سے تھے پھر توبہ کی اور ان کی تردید کی، فرائض کے بڑے عالم تھے، اسی لئے ان کو فارض بھی کہا جاتا ہے، فتنہ خلق قرآن کی آزمائش میں قید کئے گئے، اور قید میں ہی ۲۲۸ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

۳-تلخیص خواتم جامع الاصول:

جامع الاصول فی احادیث الرسول، چھٹی صدی ہجری کی ایک اہم تالیف ہے، جس میں اس کے مؤلف مجد الدین ابو السعادات المبارک محمد بن محمد بن محمد بن عبد الکریم شیبانی الجزری ابن الاثیر (۵۴۴-۶۰۶ھ)، نے کتب حدیث کی اصول ستہ، صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، سنن ترمذی، سنن ابو داؤد اور

سنن نسائی کی احادیث کو سندوں کا ذکر کئے بغیر یکجا جمع کیا ہے، اپنی اس کتاب کو انھوں نے تین ارکان میں تقسیم کیا ہے، "أما بعد، فإن مبنى هذا الكتاب على ثلاثة أركان، الأول في المبادى، والثانى في المقاصد، والثالث في الخواتيم"[81] مبادی، مقاصد اور خواتیم، تیسرا رکن خواتیم تین فنون پر منقسم ہے، اس میں دوسرا فن، مذکورہ کتب ستہ میں وارد اسماء و کنی، القاب و انساب وغیرہ کے بیان میں ہے، اور یہ پانچ ابواب میں منقسم ہے[82]، جس کی تلخیص، شیخ محمد طاہر پٹنی نے کی ہے، اس کتاب کا کوئی نام صاحب تلخیص مؤلف سے صراحۃً منقول نہیں ہے، بعض نسخوں کے آخر میں "تم كتاب التوسل" مذکور ہے، اور بعض نسخہ میں "هذه النسخة في أسماء رجال جامع الصحاح" لکھا ہے، اس کتاب پر محدث فقیہ حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمیؒ کی تعلیق ہے، انھوں نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے: "ولعل المؤلف لم يستقر رأيه على اسم يختاره ويسميه به كتابه فبقى الكتاب بلا اسم .فلا أستحسن أن أسميه من عند نفسى كما لا ينبغى أن أتركه غفلا، فأعنونه بعنوان" تلخيص خواتم جامع الأصول"[83]۔ [شاید مؤلف کو کسی نام پر دلجمعی نہیں ہوئی جس سے وہ اپنی اس کتاب کو موسوم کرتے، لہذا کتاب بغیر نام کے رہ گئی، اسلئے میں بھی اچھا نہیں سمجھتا کہ اپنی طرف سے اسے کوئی نام دوں اور نہ یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بے نام و نشان ہی چھوڑ دیا جائے، لہذا اسے "تلخیص خواتم جامع الاصول" کا عنوان دیتا ہوں]، چنانچہ ہم نے بھی یہاں اسی نام سے اس کا ذکر کیا ہے۔

منہج تالیف:

۱- خواتم جامع الاصول میں اس کے مصنف مجد الدین ابن الاثیرؒ نے صرف رواۃ حدیث کے ذکر احوال پر اکتفا نہیں کیا ہے، بلکہ ان تمام لوگوں کے حالات ذکر کئے ہیں جن کا ذکر، جامع الاصول میں کسی طور سے وارد ہوا ہے، خواہ وہ کتب ستہ کے رواۃ حدیث ہوں، یا کتب ستہ کے مصنفین کے بعد کے لوگ ہوں، فن حدیث سے متعلق ہوں یا دیگر فنون سے، حتی کہ ان کفار کے بھی حسب ضرورت احوال لکھے ہیں جن کا ذکر حدیث میں ہوا ہے خواہ زمانہ جاہلیت کے ہوں یا بعد کے، ایسے ہی ان اسلامی فرقوں کا بھی تعارف کرایا ہے

جن کا ذکر کسی نوعیت سے حدیث میں آیا ہے، جیسے حروریہ اور خارجی۔

۲- کتاب کی ابتدا میں شیخ نے ایک مقدمہ تحریر فرمایا ہے اس کے بعد آغاز پہلی فصل خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے احوال مبارکہ کے ذکر سے کیا ہے، اور اس کے ساتھ ہی آپ کی ازواج مطہرات، اولاد، اعمام وعمات کے احوال الگ الگ فصول میں مذکور ہیں، اور اس کے بعد دوسری فصل میں انبیاء سابقین کے احوال کا ذکر کیا ہے، اور تیسری فصل صحابہ کرام کے بارے میں، اس کو دو نوع پر تقسیم کیا ہے، نوع اول میں پہلے الگ سے عشرہ مبشرہ کا ذکر کرکے پھر نوع ثانی میں دیگر صحابہ کے حالات قلمبند کئے ہیں۔

۳- اصحاب تراجم کا ذکر حروف معجم کی ترتیب پر ہے اور ہر حرف کے لئے الگ باب قائم کیا ہے، اور ابواب کو اقسام پر اور اقسام کو حسب ضرورت فروع پر تقسیم کیا ہے، "الثاني: في بقية الصحابة و غيرهم،يُذكرون مرتبا على حروف المعجم،ويشتمل كل حرف على أبواب، ويشتمل كل باب على أقسام، ويشتمل كل قسم على فروع،وكل ذلك بحسب الاقتضاء"[۸۴]۔

مثلاً حرف ہمزہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے، پہلا باب، دو اقسام پر مشتمل ہے، پہلی قسم: رجال کے بارے میں، اور اس میں تین فروع ہیں، فرع اول صحابہ کے لئے، فرع ثانی تابعین اور ان کے مابعد کے لئے، فرع ثالث جماعت متفرقہ کے لئے، اس میں کفار کا ذکر ہے، دوسری قسم: نساء وخواتین کے ذکر پر مشتمل ہے، دوسرا باب کُنیٰ کے لئے ہے، اس میں دو فروع ہیں، فرع اول صحابہ کے لئے، اور فرع ثانی تابعین اور ان کے بعد والوں کے لئے، تیسرا باب ابناء کے لئے ہے، چوتھا باب القاب کے لئے، اور پانچواں باب انساب کے لئے، اسی کے مثل ہر باب کو اقسام پر، اقسام کو فروع پر تقسیم کرکے اصحاب تراجم کے احوال نقل کئے ہیں۔

اس کتاب کی طباعت عظیم محدث فقیہ ومحقق شیخ حبیب الرحمن الاعظمیؒ کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ علمی پریس اور ہمدم پریس مالیگاؤں سے ہوئی ہے، ناشر محمد نوروالیؒ ہیں۔

نمونے:

۱- **أُحَيحَة**: هو روى أنه رجل من الأنصار، أراد به قبيلة صارت بعدُ أنصارًا، إذ هو

جاهلی لم یدرک النبی ﷺ، إذ هو فی سنّ هاشم بن عبد مناف، ولم یكونوا یُدعون الأنصارقبل نصرتهم النبیَ ﷺ ، و أُحَیحَة تزوج سلمی بنت عمرو زوجة هاشم بعد موته ، فولدت عمرواً، فهو أخو عبد المطلب لأمه[۸۵] ۔

جامع الاصول میں اس کا تلفظ ہمزہ کے پیش اور دونوں حاء کے زبر کے ساتھ لکھا ہے، اور ان کے والد کا نام جُلَاح ہے (بضم الجیم و تخفیف اللام)، زمانہ جاہلیت کے ہیں[۸۶]، موطأ کی ایک حدیث میں ان کا ذکر آیا ہے، رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے پہلے ان کا انتقال ہوا ہے، اور اوس و خزرج کو انصار کا لقب رسول اللہ ﷺ کی مدد کرنے کے بعد ملا ہے، اس سے پہلے ان کو انصار نہیں کہا جاتا تھا، اسی لئے ان کے تعارف میں جو "رجل من الانصار" کہا گیا ہے اس کی وضاحت کے لئے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد وہ قبیلہ ہے جو بعد میں انصار کہلایا، کیونکہ احیحہ نے نبی ﷺ کا زمانہ نہیں پایا، یہ رسول اللہ ﷺ کے پر دادا ہاشم کے ہم عمر ہیں، ہاشم بن عبد مناف کی وفات کے بعد ان کی بیوہ سلمی بنت عمرو بن زید سے احیحہ نے نکاح کیا، جن سے عمرو کی ولادت ہوئی، چنانچہ عمرو بن اُحیحہ، عبد المطلب کے اخیافی بھائی ہیں۔

موطأ امام مالک کی جس روایت میں ان کا ذکر آیا ہے وہ یہ ہے: " أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ رَجُلاً مِنَ الأَنْصَارِ , يُقَالُ لَهُ: أُحَيْحَةُ بْنُ الْجُلاَحِ، كَانَ لَهُ عَمٌّ صَغِيرٌ , هُوَ أَصْغَرُ مِنْ أُحَيْحَةَ، وَكَانَ عِنْدَ أَخْوَالِهِ، فَأَخَذَهُ أُحَيْحَةُ , فَقَتَلَهُ ليرثه، فَقَالَ أَخْوَالُهُ: كُنَّا أَهْلَ ثُمِّهِ وَرُمِّهِ , حَتَّى إِذَا اسْتَوَى عَلَى عُمَمِهِ، غَلَبَنَا حَقُّ امْرِئٍ فِي عَمِّهِ. قال يحيى: قَالَ عُرْوَةُ: فَلِذَلِكَ لاَ يَرِثُ قَاتِلٌ مِنْ مقَتَولَ." [عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ قبیلہ انصار کے ایک صاحب جن کو اُحیحہ بن جُلاح کہا جاتا ہے ان کے ایک چچا تھے جو عمر میں ان سے چھوٹے تھے، اور ان کی پرورش ننھیال میں ان کے ماموؤں نے کی تھی، احیحہ ان کو وہاں سے لائے اور ان کو قتل کر دیا تاکہ وراثت میں ان کا مال حاصل کر لیں، تو ان کے ماموؤں نے کہا: ان کا اچھا برا ہم نے دیکھا، اور جب جوانی کی عمر کو پہونچے تو ان کا حق ان کے چچا میں ہم پر غالب آگیا، عروہ نے کہا کہ اسی لئے قاتل اپنے مقتول کا وارث نہیں ہوتا،]۔ حدیث رقم ۲۳۱۶۔

۲- **عائشة** بنت طلحة: هى عائشة بنت طلحة بن عبيد الله التيمى القرشى، و أمها أم كلثوم بنت الصديق،تزوجها عبدالله بن عبدالرحمن بن الصديق،ومات عنها، فتزوجها مصعب بن الزبير فلما قتل تزوجها عمر بن عبد الله بن عبد الرحمن بن الصديق،وكانت من أحسن خلق الله وجها،عارفة بأخبار العرب و أشعارها جمعت بين الفصاحة والملاحة والعفة والنزاهة[۸۷]۔ [یہ عائشہ بنت طلحہ بن عبید اللہ تیمی قرشی ہیں،اور ان کی ماں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی لخت جگر ام کلثوم ہیں ان سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے عبد اللہ بن عبد الرحمن نے نکاح کیا،ان کی وفات کے بعد مصعب بن زبیر نے ان سے نکاح کیا پھر جب وہ شہید ہوگئے تو ان سے عبد اللہ بن عبد الرحمن بن صدیق کے لڑکے عمر نے نکاح کیا، یہ عائشہ بہت زیادہ حسین، اور عرب کے اشعار واخبار کی جانکار تھیں، فصاحت وبلاغت اور عفت ونزاہت کی جامع تھیں]۔

عائشہ بنت طلحہ کے نکاح کی تفصیل :

تلخیص خواتم جامع الاصول میں ایسے ہی "فلما قتل، تزوجها عمر بن عبد الله بن عبد الرحمن بن الصديق" لکھاہے، اور یہ بہت فاش غلطی ہے،اس صورت میں عمر بن عبد اللہ کا اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح لازم آتاہے، ظاہر ہے یہ کاتب کی غلطی ہے، لگتاہے کتابت کے وقت نگاہ اس کے اوپر والی سطر پر خطا کرگئی، خطا ونسیان سے پاک اللہ بزرگ وبرتر کی ہی ذات ہے، حیرت ہے کہ صاحب تعلیق مولانا اعظمی رحمہ اللہ کو بھی اس پر تنبہ نہیں ہوا، چنانچہ اس پر کوئی تعلیق ہی فرمائی اور نہ ہی جدول الخطاوالنسیان میں اس پر کوئی تنبیہ فرمائی، جامع الاصول سے مراجعہ کے بعد عبارت کی تصحیح اس طرح ہے:"فتزوجها مصعب بن الزبير، فلما قتل، تزوجها عمر بن عبيدالله بن معمر التيمى"یعنی مصعب بن زبیر کے بعد، عبید اللہ بن معمر تیمی کے لڑکے عمر نے عائشہ بنت طلحہ سے نکاح کیا[۸۸]، نہ کہ عمر بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن الصدیق نے (نیز دیکھئے تہذیب الکمال وسیر اعلام النبلاء، وغیرہ)۔

عائشہ بنت طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان، ان کی کنیت ام عمران ہے اور یہ حضرت ابو بکر صدیق ﷺ کی

نواسی ہیں، عائشہ بنت طلحہ سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے، عبد اللہ نے نکاح کیا، اور جب ان کی وفات ہو گئی تو مصعب بن زبیر نے ان سے نکاح کیا اور جب یہ شہید ہوئے تو عمر بن عبید اللہ بن معمر بن عثمان تیمی نے ان سے نکاح کیا، ان کی وفات کے بعد پھر عائشہ بنت طلحہ نے کسی سے نکاح نہیں کیا، انتہائی خوبصورت، پاک دامن وپاکباز اور سخی و فصیح تھیں، عرب کے واقعات واشعار سے باخبر اور واقف تھیں[۸۹]۔

۳- **عثمان** بن طلحة: هو عثمان بن طلحة بن أبی طلحة عبد الله بن عبد العزی القرشی الحجبی، هاجر إلى المدينة فی هدنة الحديبية سنة ثمان مع خالد بن الوليد، فلقيهما عمرو ابن العاص مقبلا من عند النجاشی يريد الهجرة فوافقهما و هاجر معهما، فلما رآهم النبی ﷺ قال: رمتكم مكة بأفلاذ كبدها، يريد أنهم وجوه أهل مكة، فأسلموا، فنزل عثمان المدينة حتى توفی ﷺ ثم عاد إلى مكة حتى مات بها سنة اثنتين و أربعين، فدفع المفتاح إلى شيبة بن عثمان بن أبی طلحة وهو ابن عمه، رضی الله عنهم جميعا۔

[یہ عثمانؓ بن طلحہ، ابو طلحہ عبد اللہ بن عبد العزی کے پوتے ہیں، قرشی ہیں اور بیت اللہ شریف کے حاجب وکلید بردار ہیں، ۸ھ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کی جانب ہجرت کے لئے چلے، راستہ میں نجاشی کے یہاں سے واپس ہجرت کے ارادہ سے آتے ہوئے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ملے، وہ بھی ساتھ ہو گئے، رسول اللہ ﷺ نے جب ان لوگوں کو دیکھا، تو فرمایا: مکہ نے اپنے جگر گوشوں یعنی اپنے جیالوں کو تمھارے حوالہ کر دیا ہے، چنانچہ یہ لوگ اسلام لائے، عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات تک مدینہ منورہ میں ہی قیام کیا، آپ کی وفات کے بعد مکہ مکرمہ منتقل ہو گئے، جہاں ۴۲ھ میں وفات پائی، اور کلید کعبہ اپنے چچازاد بھائی شیبہ بن عثمان بن ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو سپرد کر دی، اللہ ان سب سے راضی ہو][۹۰]۔

یہ وہی عثمان بن طلحہ ہیں جن سے اللہ کے رسول ﷺ نے ہجرت سے پہلے ایک مرتبہ کعبہ مشرفہ

میں داخل ہونے کے لئے کنجی طلب کی تھی اور انھوں نے انکار کر دیا تھا، آپ ﷺ نے حلم سے کام لیا اور فرمایا: ”**يا عثمان لعلك سترى هذا المفتاح يوما بيدي أضعه حيث شئت** “اے عثمان! امید ہے کہ ایک دن یہ کنجی آپ میرے ہاتھ میں دیکھیں گے، اور میں اسے جس کے ہاتھ میں چاہوں گا رکھوں گا، چنانچہ فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے پھر ان سے کنجی طلب کی۔ انھوں نے دی، اور بیت اللہ سے نکلنے کے بعد آپ ﷺ نے وہ کنجی انھیں واپس کرتے ہوئے تاریخی جملہ ارشاد فرمایا:” **خذوها يا بني طلحة خالدة تالدة، لا ينزعها منكم إلا ظالم** “لو اے طلحہ کے بیٹو! اس طور پر کہ یہ ہمیشہ تمھارے پاس رہے گی اور پہلے سے تمھارے پاس چلی آرہی ہے، تم سے اس کو چھیننے والا ظالم ہی ہوگا[۹۱]۔

۴- **هند** : ”هى بنت عتبة بن ربيعة امرأة أبى سفيان و أم معاوية، أسلمت عام الفتح بعد إسلام زوجها ، وكان له فصاحة و عقل، ولما أخذ ﷺ لها البيعة: ولا يقتلن أولادهن ، قالت: هل تركت لنا ولدا إلا قتلته يوم بدر، ربيناهم صغارا وقتلتهم كبارا، ماتت فى خلافة عمر يوم مات أبو قحافة ، روت عنها عائشة رضى الله عنها “[۹۲]

[حضرت ہند رضی اللہ عنہا، یہ عتبہ بن ربیعہ کی لڑکی، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ماں ہیں، فتح مکہ کے سال اپنے شوہر کے بعد اسلام لائیں، صاحب عقل و فصاحت تھیں، جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے بیعت لی کہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، تو انھوں نے کہا: آپ نے ہماری اولاد کو چھوڑا ہی کہاں، آپ نے تو انھیں بدر میں قتل کر دیا، ہم نے چھوٹے میں انھیں پالا اور بڑے ہوئے تو آپ نے انھیں قتل کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جس دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اسی دن ان کی بھی وفات ہوئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے روایت کی ہے]۔

”لها “پر محقق مولانا حبیب الرحمن الاعظمیؒ نے تعلیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کتاب کے اصل

نسخہ میں یہاں بیاض ہے، اور "البیعۃ" پر تعلیق میں لکھا ہے کہ استیعاب میں منقول ہے کہ "جب رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے بیعت لی اور آپ ﷺ نے یہ کہا: ولایقتلن۔۔الخ "[93] (توانھوں نے وہ جواب دیا) انتہی۔

اور بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ان کا جواب سن کر آپ ﷺ مسکرادیئے، ان کی ایک بہن فاطمہ بنت عتبہ بھی ہیں "اصابہ" میں ان کے تذکرہ میں مذکور ہے کہ ان کے بھائی ابوحذیفہ بن عتبہ ان دونوں کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جہاں ان دونوں نے اسلام قبول کیا، اور جب رسول اللہ ﷺ نے شروط بیعت میں یہ فرمایا کہ: زنا نہیں کریں گی تو انھوں نے کہا: کیا آزاد عورتیں بھی زنا کرتی ہیں، اور ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر یہ بھی کہا کہ: "هل تعلم في نساء قومك من هذه المنهيات شيئا" کیا آپ کو اپنی قوم کی کسی خاتون کے بارے میں ان برائیوں میں سے کسی برائی کا علم ہے جس کی وہ مرتکب ہو، آپ ﷺ نے ان سے کہا: اسی پر بیعت کیجئے شرط ایسے ہی ہے "بايعيه فهكذا الشرط"[94]۔ ان کی وفات کے بارے میں قول گزرچکا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی، اور ایک روایت یہ ہے کہ ان کی وفات سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوئی ہے، ابن حجرؒ کہتے ہیں "ثم رأيت في طبقات ابن سعد الجزم بأنها ماتت في خلافة عثمان رضى الله عنه "[95]۔

۳- شیخ طاہر بن یوسف سندی (وفات:۱۰۰۴ھ):

علامہ شیخ طاہر بن یوسف بن رکن الدین بن معروف، سندھ کے کسی گاؤں میں پیدا ہوئے، صغر سنی میں ہی شیخ شہاب الدین سندھی سے امام غزالی کی منہاج العابدین پڑھی، ۹۵۰ھ میں گجرات کا سفر کیا، اور شیخ عبدالاول بن علی الحسینی جونپوری دہلوی سے حدیث کا درس لیا، ایک طویل مدت تک ان کے ساتھ رہے، اور ان سے سند حاصل کی، "ثم سافر إلى كجرات سنة خمسين و تسع مائة،و أخذ الحديث عن الشيخ عبدالأول بن على الحسينى الجونبورى الدهلوى، ولازمه مدة من الزمان و أسند عنه" اور اخیر میں برہانپور کو اپنا مسکن بنایا، تفسیر، تصوف اور دیگر علوم میں کئی کتابیں تصنیف کیں، قسطلانی کی

"مواہب اللدنیہ" کا انتخاب، اور تفسیر مدارک کا اختصار کیا، اسماء رجال میں کرمانی کی "شرح أسماء رجال البخاری" کی تلخیص فرمائی، "ومنها تلخيص شرح أسماء رجال البخاری للكرمانی" گلزار ابرار کے مطابق ان کی وفات برہانپور میں ۱۰۰۴ھ میں ہوئی[۹۶]۔

۱- تلخیص شرح أسماء رجال البخاری للکرمانی:

امام کرمانی شمس الدین محمد بن یوسف (۷۸۶ھ)، انھوں نے صحیح بخاری کی ایک شرح "الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری" کے نام سے لکھی ہے جو طبع ہو چکی ہے، انھیں کی ایک کتاب اسماء الرجال میں "شرح أسماء رجال البخاری" کے نام سے بھی ہے، جس کی تلخیص شیخ طاہر بن یوسفؒ نے کی ہے، مگر اسماء رجال میں ان کی مذکورہ کتاب کے بارے میں مزید تفصیلات معلوم نہ ہو سکیں۔

۴- شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (۹۵۸-۱۰۵۲ھ)

شیخ عبد الحق بن سیف الدین بن سعد اللہ بخاری، دہلوی، محرم ۹۵۸ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے، اپنے والد اور دہلی کے متعدد علماء سے تعلیم حاصل کی، ۹۹۵ھ میں حج کے ارادہ سے نکلے، راستہ میں اجین اور احمد آباد میں قیام کیا اور مکہ مکرمہ کے لئے ۹۹۶ھ میں عازم سفر ہوئے، مکہ مکرمہ میں شیخ عبد الوہاب بن ولی اللہ المتقی اور قاضی علی بن جاراللہ بن ظہیرہ قرشی، مکی سے اور مدینہ منورہ میں شیخ احمد بن محمد بن محمد ابو الحزم مدنی، اور شیخ حمید الدین بن عبد اللہ سندی، مہاجر سے حدیثیں سنیں اور سبھی اساتذہ نے اپنی اجازت سے سرفراز کیا، ۹۹۹ھ میں ہندوستان واپس آئے۔

ہندوستان میں درس احادیث نبویہ کی نشأۃ ثانیہ کا سہرا انھیں کے سر ہے، چوتھی صدی کے بعد جب عربوں کی سلطنت ختم ہونے کے بعد غزنیوں اور غوریوں کی حکومت آئی، تو خراسان اور ماوراء النہر کے علماء کی آمد زیادہ ہوئی، ان کے ذریعہ علوم فقہ اور دیگر علوم کا رواج زیادہ رہا، حدیث میں "مشارق الانوار النبویہ للصغانی"، "مصابیح السنۃ للبغوی" اور "مشکاۃ المصابیح" تک ہی تعلیم منحصر تھی، یہ سلسلہ دسویں صدی کے اخیر

تک قائم رہا، تا آنکہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی جن کے حق میں اللہ عز وجل نے یہ سعادت مقدر فرمائی تھی، مکہ مکرمہ سے ہندوستان واپس لوٹے، اور علوم حدیث کو ایسا رواج دیا کہ یہ کہا جانے لگا کہ وہ پہلے آدمی ہیں جو حدیث کو ہندوستان لائے، جیسا کہ علامہ صدیق حسن قنوجی بھوپالی نے ذکر کیا ہے"وهو أول من جاء به في هذا الاقليم و أفاضه على سكانه"[97]، مگر علامہ صدیق حسنؒ کے اس قول کو مولانا عبد الحئ الحسنیؒ نے "الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند" میں غلط قرار دیا ہے، "وذلک غلط كما علمت"[98] مولانا نے اپنی اس کتاب کے ص:۱۲۵ پر "الحدیث فی بلاد الہند" کے تحت تفصیل سے لکھا ہے کہ ابتداءً چار سو سال تک حدیث کی روایتوں کا دور رہا، انھوں نے متعدد محدثین کے نام بھی ذکر کئے ہیں، اور شیخ عبد الحق سے پہلے دسویں صدی ہجری میں بھی گجرات میں متعدد محدثین گزرے ہیں۔[99]

لہذا مولانا عبد الحئ الحسنیؒ کا علامہ قنوجیؒ کے قول کو غلط کہنا درست اور صحیح ہے، کیونکہ علامہ قنوجی نے علی الاطلاق ہندوستان میں ان سے پہلے علم حدیث کی نفی کی ہے، علامہ قنوجیؒ نے لکھا ہے:"إعلم أن الهند لم يكن بها علم الحديث منذ فتحها أهل الإسلام بل كان غريبا كالكبريت الأحمر و عديما كعنقاء مغرب في الخبر----الخ"[جان لو کہ ہندوستان میں جب سے اہل اسلام نے اسے فتح کیا علم حدیث تھا ہی نہیں، بلکہ کبریت احمر کے مثل اجنبی اور خبروں میں موہوم عنقاء کی طرح ناپید تھا][100]، بعض لوگوں نے توجیہ کی ہے کہ شمالی ہند میں سب سے پہلے شیخ عبد الحق دہلوی نے حدیث کو رواج دیا، مگر اس سے بھی اتفاق نہیں کیا جاسکتا، چھٹی صدی ہجری میں ابو الحسن علی بن عمر بن حکم لاہوری جو ادیب و شاعر ہونے کے ساتھ محدث بھی تھے اور ان سے احادیث کی سماعت کے لئے بیرون ہند سے لوگ سفر کرکے لاہور آتے تھے ان کی وفات ۵۲۹ ھ میں ہوئی[101]، حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں اسلام کے دخول کے بعد سے ہر دور میں تفسیر و حدیث اور فقہ کی درسگاہیں وقت کے لحاظ سے مساجد و مکاتب، مساکن اور حویلیوں میں کم و بیش جاری رہی ہیں، لہذا یہ کہنا کہ حدیث کا علم یا اس کا درس عنقاء اور ناپید تھا صحیح نہیں قرار دیا جاسکتا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے بعد والوں کے لئے اپنی کثیر تصانیف کا ذخیرہ چھوڑا، جن میں مشکاۃ

المصابیح کی عربی شرح ''لمعات التنقیح'' اور فارسی شرح ''اشعۃ اللمعات''، ''اسماء الرجال و الرواۃ المذکورین فی المشکاۃ''، ''جامع البرکات فی منتخب شرح المشکاۃ''، ''مدارج النبوۃ و مراتب الفتوۃ فی سیر النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم و اخبارہ'' اور اس کے علاوہ دیگر کتابیں ہیں۔

١ - أسماء الرجال والرواة المذكورين فى المشكاة :

یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، علم اسماء الرجال میں ہوگی، اس کا ذکر مولانا عبد الحئ صاحب نے نزہۃ الخواطر (۵/ ۵۵۵) میں مذکورہ نام سے، اور الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند [١٠٢]، میں ''الإكمال فى أسماء الرجال، للشيخ عبدالحق بن سيف الدين البخارى الدهلوى، كتاب بسيط فى أسماء الرجال و الرواة المذكورين فى مشكاة المصابيح'' سے کیا ہے، مزید تتبع کے بعد شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی شرح مشکاۃ ''لمعات التنقیح'' کے مقدمہ میں بھی اس کا ذکر ملا، شیخ نے ''لمعات التنقیح'' کے بارے میں لکھتے ہوئے خود صراحت کی ہے: ''و مصححا لأسماء الرجال، ولكن من غير ذكر الأحوال، والسبب فى الإهمال عن ذكر الأحوال، أنها إن ذكرت فى موضع لم تحفظ فى مواضع أُخر،وإن ذكرت فى كل موضع ففيه من التكرير والتكثير ما يوجب التطويل والإملال، فكتبتها فى كتاب على حدة جعلته كالتكملة للشرح، مشتمل على التوثيق و التوهين، والتعديل و الجرح، إلا الضعفاء من الرواة، الذين حكم المؤلف بضعفهم، فإنى ذكرت أحوالهم فى الشرح ولم أخالطهم فى الأقوياء و الثقات'' [١٠٣]۔ [اور اسماء رجال کی تصحیح کرتے ہوئے، لیکن احوال کا ذکر کئے بغیر، اور احوال کا ذکر نہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ اگر میں ایک مقام پہ ذکر کر دوں تو دوسری جگہ وہ یاد نہیں رہے گا، اور اگر ہر مقام پر ذکر کروں، تو اس میں تکرار و تکثیر ہے جو تطویل اور اکتاہٹ کو مستلزم ہے، لہذا میں نے اسے ایک الگ کتاب میں لکھا اور اس کو شرح کا تکملہ قرار دیا، جو رواۃ کی توثیق و تضعیف، نیز ان کو عدل یا مجروح قرار دینے پر مشتمل ہے، سوائے ضعیف رواۃ کے، جن پر مصنف مشکاۃ نے ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے، ان کے احوال کو میں نے شرح میں ہی ذکر کر دیا ہے، اور قوی، ثقہ رواۃ کے ساتھ ان کو شامل نہیں کیا ہے]۔

محقق ''لمعات التنقیح'' شیخ ڈاکٹر تقی الدین مظاہری اطال اللہ بقاءہ نے اپنے مقدمہ تحقیق میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مؤلفات میں ''اِکمال اَسماء رجال مشکاۃ المصابیح'' کے نام سے اس کتاب کا ذکر کیا ہے، کتاب غیر مطبوع ہے، اور اس کا مخطوطہ شیخ ڈاکٹر تقی الدین صاحب کو دستیاب بھی ہوا، لکھتے ہیں :''وکذلک حصلنا علی النسخة المخطوطة لکتاب ''الإکمال فی أسماء الرجال''للشیخ المحدث عبد الحق بمساعدة نائب الرئیس الهندی السید حامد الأنصاری ، جزاهم الله خیر الجزاء فی الدنیا و الآخرة''[104] [اورایسے ہی ہم نے شیخ محدث عبدالحق کی کتاب الاکمال فی اسماء الرجال کا مخطوطہ نسخہ، نائب صدر جمہوریہ ہند عالی مرتبت سید حامد انصاری صاحب کے تعاون سے حاصل کیا، اللہ انھیں دنیا و آخرت میں اچھابدلہ دے]۔

بعض باحثین کو غلط فہمی ہوئی کہ برصغیر میں طبع ہونے والی مشکاۃ المصابیح کے آخر میں یہ کتاب شامل و ملحق ہے، جبکہ مشکاۃ المصابیح کے آخر میں جو ضمیمہ ''اکمال فی اسماء الرجال'' کے نام سے مطبوع ہے، وہ خود صاحب مشکاۃ کا تصنیف کردہ ہے، اس کے اختتام پر اخیر میں مصنف نے صراحت کی ہے:''و فرغت من هذه تصنیفا یوم الجمعة عشرین رجب الحرام الفرد، سنة أربعین و سبع مأة من جمعه و تهذیبه و تشذیبه و أنا أضعف العباد الراجی إلی عفو الله تعالی و غفرانه ، محمد بن عبیدالله الخطیب بن محمد بمعاونة شیخی و مولائی سلطان المفسرین ،إمام المحققین ،شرف الملة والدین، حجة الله علی المسلمین،الحسین بن عبدالله بن محمد الطیبی متعهم الله بطول بقائه ، ثم عرضته علیه کما عرضت المشکاة، فاستحسنه کما استحسنها و استجادها، والحمدلله رب العالمین، والصلاة والسلام علی محمد و آله و أصحابه أجمعین ''[105]،[میں محمد بن عبید اللہ الخطیب، اپنے شیخ حسین بن عبد اللہ بن محمد طیبی کی معاونت سے اس کی تصنیف سے بروز جمعہ ۲۰؍ رجب ۷۴۰ھ کو فارغ ہوا، پھر میں نے مشکاۃ کی طرح اس کتاب کو بھی اپنے شیخ کی خدمت میں پیش کیا، اور انھوں نے مشکاۃ کے مثل اس کو بھی سراہا]۔

۵- سید مرتضی بن محمد حسینی، بلگرامی، زَبیدی (۱۱۴۵ھ - ۱۲۰۵ھ)

ہندوستانی علماء میں ایک محترم اور قابل قدر نام سید مرتضی حسینی بلگرامی زبیدی حنفی قادری کا ہے، جو زبردست امام لغت، محدث وفقیہ، اور انساب ورجال کے عالم شمار کئے گئے ہیں، "تذکرۂ علماء ہند" میں مولانا رحمن علی صاحب نے ان کا نام عبدالرزاق، لقب محی الدین اور کنیت ابو الفیض لکھی ہے [۱۰۶]، صاحب نزہۃ الخواطر ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الشيخ الامام العالم المحدث مرتضى بن محمد بن قادری بن ضياء الله الحسينی الواسطی البلگرامی، نزيل مصر ودفينها، المشهور بالزَبيدی [۱۰۷]، والد کا نام محمد بن قادری بن ضیاء اللہ ہے، بلگرام میں پیدا ہوئے سن ولادت ۱۱۴۵ھ ہے، اولاً اپنے شہر کے علماء سے استفادہ کیا، اس کے بعد طلب علم کے لئے سندیلہ، خیر آباد اور دہلی کا سفر کیا، دہلی میں شیخ ولی اللہ بن عبدالرحیم محدث دہلوی سے علم حاصل کیا، اور سورت میں شیخ خیر الدین بن زاہد سورتی کے پاس تقریباً سال بھر قیام کیا، پھر ۱۱۶۴ھ میں حجاز کا سفر کیا، اور یمن کے شہر زَبید میں قیام پذیر ہوئے، اور وہاں کے کبار علماء سے استفادہ کیا، ۱۱۶۷ھ میں مصر کا سفر کیا، اور وہاں کے علماء سے علم حاصل کیا، اور وہیں لغت میں اپنی کتاب "تاج العروس" کی تالیف کا کام شروع کیا، اور اس کی تکمیل میں چودہ سال سے زائد عرصہ تک مشغول رہے، اس کے علاوہ انھوں نے سو سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں، جن میں "معارف الأبرار فيما للكنى والألقاب من الأسرار"، "شرح الصدر في شرح أسماء أهل بدر،" اور فن جرح وتعدیل میں "القول الصحيح في مراتب التعديل والتجريح" کا ذکر مولانا عبدالحئ صاحب نے کیا ہے [۱۰۸]، اور مولانا محمد عبدالشکور معروف بہ رحمن علی صاحب نے "طبقات الحفاظ" کا بھی ذکر کیا ہے [۱۰۹]، جس کے بارے میں غالب گمان یہ ہے کہ فن اسماء الرجال میں لکھی گئی ہوگی، نیز انھوں نے ایک کتاب "امالۃ المنی فی اسرار الکنی" بھی ذکر کی ہے [۱۱۰]، جو شاید اوپر مذکور "معارف الابرار فیما للکنی والالقاب من الاسرار" ہی ہے [۱۱۱]۔

مزید جستجو کے بعد ان کی ایک مطبوعہ کتاب کا علم ہوا، جو محمد فاتح قایا کی تحقیق کے ساتھ دارالبشائر الاسلامیہ سے طبع ہوئی ہے، اس کا نام جیسا کہ مصنف کے خطبہ میں مذکور ہے " تحفۃ الأحباب فی الکنی

والألقاب'' ہے، اور غالب گمان یہ ہے کہ یہ وہی کتاب ہے جس کا ذکر اوپر دوناموں امالة المنی فی اسرار الکنی اور معارف الابرار فیما للکنی والالقاب من الاسرار سے گزر چکا ہے، یہ ایک مختصر رسالہ ہے، جس میں کنیت اور لقب کی تعریف اور کچھ القاب اور کنیتوں کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے، یہ کتاب اسماء الرجال میں نہیں ہے، مولانا محمد عبد الشکور رحمن علی صاحب نے اگر اپنی کتاب ''تذکرہ علماء ہند'' میں ان کی تصنیفات میں ''طبقات الحفاظ'' (جس کے بارے میں گمان یہ ہے کہ اسماء الرجال میں ہوگی) کا ذکر نہ کیا ہوتا تو یہاں علامہ زبیدی کے ذکر کا کوئی سبب نہیں تھا[۱۲]۔ علامہ زبیدی کی اس کتاب کا ذکر عبد الستار شیخ نے بھی اپنی کتاب ''اعلام الحفاظ و المحدثین عبر اربعة عشر قرنا'' ج ا ص ۶۷ میں کیا ہے یہ کتاب دار القلم دمشق سے چھپی ہے۔

۶- ملا محمد معین انصاری لکھنوی (وفات ۱۲۵۸ھ):

عالم فقیہ ملا محمد معین بن مبین انصاری لکھنؤ کے مشہور علماء سے ہیں، اپنے بڑے بھائی حیدر، چچازاد بھائی ولی اللہ اور مفتی ظہور اللہ سے علم حاصل کیا، حدیث کی سند، محدث عبد الحفیظ مکی حنفی سے لی، درس وتدریس مشغلہ تھا، ہر جمعہ کو وعظ کا معمول تھا، فقہ میں متعدد رسائل لکھے، جن میں مشہور: ''غایة البیان فیما یحل ویحرم من الحیوان'' اور ''غایة الکلام فی القرأة خلف الإمام'' نیز ''المعینیہ فی تحریم المتعة'' ہیں، درسی کتابوں پر ان کی تعلیقات بھی ہیں، اسماء رجال میں ان کی ایک کتاب ''إبراز الکنوز فی أحوال أرباب الرموز، المذکورة فی الحصن الحصین'' کا ذکر بھی مولانا عبد الحئ الحسنیؒ نے کیا ہے[۱۳]۔

۱- ابراز الکنوز فی أحوال أرباب الرموز المذکورة فی الحصن الحصین :

''الحصن الحصین'' احادیث نبویہ میں منقول دعاؤں پر مشتمل ایک کتاب ہے، جسے شیخ محمد بن محمد بن محمد جزری شافعیؒ نے جمع کیا ہے، اور اختصار کے پیش نظر حدیث کی جن کتابوں سے وہ دعائیں نقل کی ہیں ان کے حوالہ کے لئے ان کتابوں کے رموز متعین کئے ہیں، ملا محمد معین انصاری لکھنوی کی اس کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ انھوں نے ان کتابوں کے مصنفین کے احوال وتراجم کو جمع کیا ہے، واللہ اعلم، کتاب فراہم نہیں

ہو سکی کہ اس کے متعلق کچھ تفصیلات ذکر کی جا سکیں۔

۷- عبد الله بن عبدالقادر الشافعی المدراسیؒ (۱۲۰۵-۱۲٦۷ھ):

امیر فاضل عبد اللہ بن عبد القادر بن صادق بن عبد اللہ بن نظام الدین شافعی مدراسی، ۲۷ شعبان ۱۲۰۵ ان کی تاریخ ولادت ہے، محمد حسین مدراسی، ملک العلماء عبد العلی بن نظام الدین لکھنوی اور محمد غوث شافعی سے علم حاصل کیا، ان کا گھرانہ دینداری، اور علم وحدیث میں مشہور تھا، "وبيته مشهور بالعلم والدين والحديث" امیر مدراس نے ان کو اپنی فوج کا قائد مقرر کیا تھا، ۲٦ر محرم ۱۲٦۷ھ کو ان کی وفات ہوئی، "مات لأربع بقين من محرم سنة سبع وستين و ما ئتين و ألف بمدراس"[۱۱۴]۔

متعدد کتابیں ان کی تصنیفات میں ذکر کی جاتی ہیں، نبی ﷺ کے اسماء مبارکہ کی شرح میں ایک کتاب لکھی، حدیث میں اربعین نوویؒ کی شرح "الدر الثمین فی شرح الأربعين للنواوی" کے نام سے تصنیف کی، اور اسماء رجال میں "رجال الصحیح لمسلم بن الحجاج النیسابوری" بھی ان کی تصنیفات میں ذکر کی گئی ہے[۱۱۵]۔

۱ - رجال الصحيح لمسلم بن الحجاج نيشاپوری :

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ کتاب اسماء الرجال میں خاص صحیح مسلم کے رواۃ پر مشتمل ہو گی، اس کا ذکر مولانا عبد الحیؒ نے "الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند" میں بھی کیا ہے "وكتاب بسيط في رجال صحيح مسلم للشيخ عبد الله بن عبد القادر الشافعي المدراسي[۱۱٦]"۔ مگر کتاب کے بارے میں مزید تفصیلات فراہم نہ ہو سکیں۔

۸- شیخ علی کبیر الہ آبادی(۱۲۰۲-۱۲۸۵ھ):

شیخ علی کبیر بن علی جعفر بن علی رضا بن فقیر اللہ حسینی، ۱۲۰۲ھ میں الہ آباد میں پیدا ہوئے، علم حدیث اپنے والد اور سید ادریس مغربی محدث سے حاصل کیا، متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں، مناقب میں

''تحفۃ الکبیر فی مناقب الخلفاء و اصحاب التطہیر''، ''الأربعین فی مناقب الخلفاء الراشدین''، ''خلاصۃ المناقب فی فضائل آل بیت سید آل غالب''، ''ہدایۃ الأحباب فی کشف عما شجر بین الأصحاب'' اور ''مطلوب الطالبین فی أسماء رجال الأربعین''، ''ترجمۃ رجال الشمائل للترمذی'' وغیرہ کتابوں کا ذکر مولانا عبدالحئ الحسنیؒ نے کیا ہے، سید علی کبیرؒ کی وفات محرم ۱۲۸۵ھ میں ہوئی[۷۱]۔

۱- مطلوب الطالبین فی أسماء رجال الأربعین:

۲- ترجمة رجال الشمائل للترمذی:

شیخ علی کبیرؒ کی تصنیف کردہ یہ دونوں کتابیں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، فن اسماء الرجال میں ہیں، اول اربعین نوویہ کے رجال اور دوم شمائل ترمذی کے رجال کے بیان میں، مگر افسوس کہ ان دونوں کتابوں کے بارے میں بھی مزید تفصیلات معلوم نہ ہو سکیں۔

۹- عبدالوہاب بن محمد غوث شافعی مدراسی(۱۲۰۸-۱۲۸۵ھ)

امیر فاضل عبدالوہاب بن محمد غوث بن ناصرالدین مدراسی، تیرہویں صدی ہجری کے عسکری قیادت و وزارت سے سرفراز، حسن اخلاق کے حامل، بلند ہمت اور عظیم المرتبت شافعی عالم ہیں، ۱۲۰۸ھ میں مدراس میں ولادت ہوئی، علامہ عبدالعلی بن نظام الدین لکھنوی، علاء الدین بن انوارالحق لکھنوی، عبدالقادر، جعفر حسین مدراسی اور علی بن عبداللہ الحموی جیسے کبار علماء سے علم حاصل کیا۔

''وکان حسن الأخلاق، عظیم الهمة، کریم السجیة، مطلعا علی ما تمس الیه الحاجة من أمور الدنیا و الدین ،اشتغل بالخدمات الملوکیة بعد وفاة والده۔۔۔وکان مع ذلک یدرس و یصنف''[۱۸]۔[با اخلاق، بلند ہمت، شریف النفس، دین و دنیا کے امور ضروریہ سے واقفیت رکھنے والے تھے، اپنے والد کی وفات کے بعد سرکاری ملازمت میں مشغول ہوئے ۔۔۔۔۔۔ ان سب کے باوصف

تدریس وتصنیف کا کام بھی کرتے تھے]۔

ان کی تصانیف میں: اکمل الوسائل لرجال الشمائل للترمذی، کشف الرجال عن نقد الرجال فی اسماء الضعفاء، (اسماء رجال میں)، بدر الغررۃ فی أسماء القراء العشرۃ، کاشف الرموزات الی الورقات (اصول فقہ میں)، ہبۃ الوہاب (فقہ شافعی میں) قابل ذکر ہیں، ربیع الاول ۱۲۸۵ھ میں ان کی وفات ہوئی[119]۔

۱- أكمل الوسائل لرجال الشمائل، للترمذی:

صاحب سنن امام ترمذیؒ کی کتاب "الشمائل" کے رواۃ کے بارے میں شیخ عبد الوہاب کی تصنیف ہے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، مزید معلومات نہیں ہو سکیں۔

۲- كشف الأحوال عن نقد الرجال فی أسماء الضعفاء:

شیخ عبد الوہاب کی یہ کتاب غالباً ضعیف رواۃ کے اوپر ائمۂ فن کے نقد کے احوال میں لکھی گئی ہے، اس کتاب کا تذکرہ شیخ عبد الوہاب عبد اللطیف نے علی بن محمد بن عَراق کنانی کی کتاب "تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ" پر اپنی تعلیق کے مقدمہ میں کیا ہے، "وللمدراسی "كشف الأحوال فی نقد الرجال"ذكر فيه من ورد ذكره فی موضوعات ابن الجوزی و ذيل السيوطی عليها"[120] [اور مدراسی کی کتاب "کشف الاحوال فی نقد الرجال" ہے، جس میں انھوں نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جن کا ذکر ابن الجوزی کی موضوعات اور اس پر سیوطی کی ذیل میں آیا ہے]، مصنف کی اس کتاب کے بارے میں بھی مزید معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔

۱۰- أحمد بن صبغة الله المدراسی (۱۲۶۷-۱۳۰۷ھ)

محدث احمد بن صبغۃ اللہ بن محمد غوث شافعی مدراسی، مدراس کے مشہور علماء میں شمار ہوتے ہیں، ذی قعدہ ۱۲۶۷ھ میں مدراس میں ان کی ولادت ہوئی، علمی ماحول میں ان کی نشو و نما ہوئی، ان کے والد صبغۃ اللہ، چچا عبد الوہاب اور دادا محمد غوث، مدراس کے علماء و محدثین میں قدر و منزلت کے حامل تھے، تدریس و تالیف

مشغلہ تھا، ۱۸ ذی الحجۃ ۱۳۰۷ھ کو مکہ مکرمہ میں ان کی وفات ہوئی، علم رجال پر ان کی تصنیفات میں "اسماء الرجال لشیوخ محمد بن طاهر المقدسی"، "فهرس الاسماء المبهمه"، اور "فهرس الاسماء المتشابهه" کا ذکر بھی ملتا ہے[121]۔

۱- "أسماء الرجال لشيوخ محمد بن طاهر المقدسی"

مولانا عبد الحئی حسنیؒ کی تصنیف الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند: میں کتاب کا نام "أسماء الرجال لشيوخ محمد بن طاهر المهدی" لکھا ہے[122]، بظاہر یہ کتابت کی غلطی ہے، واللہ اعلم۔

۲- "فهرس الأسماء المبهمة":

۳- "فهرس الأسماء المتشابهة":

نام سے ظاہر ہے کہ یہ تینوں کتابیں فن اسماء رجال میں ہیں، پہلی کتاب خاص محمد بن طاہر مقدسی کے شیوخ کے بارے میں ہے، اور دوسری کتاب مبہم اسماء اور تیسری کتاب متشابہ اسماء کے بارے میں، ان کتابوں کے بارے میں مزید تفصیلات سے واقفیت نہ ہو سکی۔

۱۱- مولانا ادریس نگرامی (۱۲۷۵-۱۳۳۰ھ)

عالم با عمل فقیہ ادریس بن عبد العلی حنفی، نگرام میں ۱۴ر شوال بروز دوشنبہ ۱۲۷۵ھ کو پیدا ہوئے، اپنے والد مولانا عبد العلی سے فقہ اور مولانا عبد الحئی بن عبد الحلیم لکھنوی سے اصول فقہ میں مسلم الثبوت پڑھی، اور حدیث کا درس شیخ عبد الحق بن محمد میر دہلوی، شیخ عبد الرحمن بن محمد محدث پانی پتی اور مولانا فضل الرحمن بن اہل اللہ مراد آبادی سے لیا، رمضان ۱۳۳۰ھ میں اپنے وطن نگرام میں ہی وفات پائی، متعدد کتابوں کے مصنف ہیں، علم اسماء الرجال میں ان کی تصنیف کردہ ایک کتاب "الکلام المسدد فی رواۃ موطأ (الامام) محمد رحمہ اللہ" بھی ہے[123]۔

۱- "الكلام المسدد فی رواة موطأ محمدؒ "

نام سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب موطأامام مالک بروایۃ امام محمد معروف بموطأامام محمدؒ کے رجال پر مشتمل ہے، مزید معلومات سے واقفیت نہ ہو سکی۔

۱۲- شیخ ابو تراب رشد اللہ شاہ السندی صاحب العَلَم الرابع (۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء-۱۳۴۰ھ/۱۹۲۳ء):

اقلیم سندھ کے سادات کی ایک شاخ خانوادۂ راشدی، اپنی دینی خدمات اور علمی عظمت میں معروف رہی ہے، اس کے مؤسس پیر محمد راشد شاہ معروف بہ روضہ دھنی (۱۱۷۰ھ /۱۷۵۷ء-۱۲۲۳ھ /۱۸۱۸ء) کے چار صاحبزادے تھے، اول الذکر پیر سید صبغت اللہ اپنے والد گرامی کے بعد دستار وراثت روحانی کے مستحق قرار پائے اسی وجہ سے وہ پیر پگاڑو کے لقب سے معروف ہوئے، انھوں نے اپنے بھائی پیر محمد یاسین شاہ پیر جھنڈو اول کو اپنے والد کی وصیت کے مطابق وہ جھنڈا دیا جسے شاہ افغانستان تیمور شاہ کے بیٹے زمان شاہ نے سندھ میں اشاعت دین اسلام کی خاطر پیر محمد راشد شاہ کی خدمت میں از راہ عقیدت پیش کیا تھا، پیر محمد یاسین دوسری جگہ چلے گئے اور پیر جھنڈا کے تلقب سے زبان زد خواص و عوام ہوئے، ان کے صاحبزادے پیر فضل اللہ شاہ سجادہ نشیں ہوئے، ان کی شہادت کے بعد ان کے بھائی پیر سید رشید الدین شاہ ۱۲۸۷ھ میں صاحب العَلَم الثالث بنے، انھوں نے ۱۳۱۷ھ میں وفات پائی، ان کے بعد ان کے عالی قدر صاحبزادے سید ابو تراب رشد اللہ شاہ راشدی سندھی ان کی مسند علم وفضیلت کے وارث ہوئے، اور صاحب العلم الرابع بنے۔

صاحب العلم الرابع ابو تراب رشد اللہ سندھی کی ولادت ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء کو اپنے آبائی گاؤں پیر جھنڈو میں ہوئی، انھوں نے حدیث کی تعلیم میاں نذیر حسین اور شیخ حسین بن محسن یمانی سے حاصل کی، صاحب عون المعبود ان کے معاصر ہیں مسلک اہل حدیث پر کاربند تھے، اور علماء دیوبند سے بھی ان کے تعلقات خوشگوار تھے، تحریک خلافت کے سرگرم لوگوں میں تھے، ۱۹۲۰ میں لاڑکانہ کی خلافت کانفرنس ان ہی کی صدارت میں ہوئی تھی، مولانا عبید اللہ سندھی کے ساتھ باہمی افادہ و استفادہ کا ربط بھی رہا، اور انھیں

کے مشورہ پر ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء میں مدرسہ دارالرشاد قائم کیا، علم حدیث کے جید عالم اور صاحب تصانیف تھے، کتابیں اور مخطوطات جمع کرنے کا ذوق وراثت میں ملا تھا"[۱۲۴]۔

چنانچہ انھیں ایک عرصہ سے شرح معانی الآثار کے رجال کے احوال پر مشتمل علامہ بدرالدین عینیؒ کی کتاب "مغانی الاخیار فی شرح أسامی رجال معانی الآثار" اور علامہ قطلوبغا کی کتاب "الایثار برجال معانی الآثار" کی جستجو اور تلاش تھی کہ ان میں سے کوئی ایک فراہم ہو جائے، چنانچہ محرم ۱۳۲۳ھ میں جب مدینہ منورہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ و سلام، حاضری ہوئی تو وہاں تین جلدوں پر مشتمل علامہ عینی رحمہ اللہ کی "مغانی الاخیار" ہاتھ آئی، مگر ان کے پاس اتنا وقت میسر نہیں تھا کہ پوری کتاب نقل کر پاتے، چنانچہ انھوں نے عجلت کے ساتھ اس میں سے ان رواۃ کا انتخاب کیا جن کا ذکر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تقریب التہذیب یا تہذیب التہذیب میں نہیں ہے، ان کے احوال کو اس کتاب سے نقل کر لیا، اور وطن واپس آنے کے بعد کتابی شکل میں اس کی تکمیل کی جو "کشف الاستار عن رجال معانی الآثار" کے نام سے معروف ہے"[۱۲۵]، اسماء رجال میں ان کی ایک دوسری کتاب "الاعلام برواۃ الامام" کا ذکر بھی ملتا ہے، اور ان دونوں کتابوں کا قلمی نسخہ ۱۳۲۶ھ کا تحریر کردہ ان کے جلیل القدر حفید پیر محب اللہ شاہ راشدی کے کتب خانہ میں موجود ہے، ابوتراب رشد اللہ شاہ کی وفات ۶/ شعبان ۱۳۴۰ھ موافق ۲۳/ اپریل ۱۹۲۳ کو ہوئی"[۱۲۶]، عمر ترسٹھ سال پائی۔

۱- "کشف الاستار عن رجال معانی الآثار الموسوم بالحیاۃ لما فی الطحاوی من الرواۃ"

یہ کتاب امام طحاوی رحمہ اللہ کی کتاب "شرح معانی الآثار" کے رجال کے احوال پر مشتمل علامہ عینی رحمہ اللہ کی کتاب "مغانی الأخیار" کی تلخیص ہے، جس کی تالیف وترتیب علامہ سندی نے کی ہے۔

اس کتاب کو دریافت کرنے اور سندھ سے اس کو نقل کرنے، پھر اسے طبع کرانے کا اہتمام مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند نے کیا، یہ کتاب ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۰ء میں جید پریس دہلی سے طبع ہو کر دارالاشاعت و التدریس دیوبند سے شائع ہوئی، کتاب کے سرورق پر نیچے مرقوم ہے: اھتم

بتحصيل كشف الأستار و نقله من السندهـ ثم بنشره وطبع هذه الدرر الفريدة والأسفارالمفيدة، العبد الضعيف المذنب المدعو، محمد شفيع الديوبندی الهندی المدرس بدارالعلوم الديوبندية ستر الله عيوبه و غفر ذنوبه، و قد طبع فی جيد بريس بدهلی فی الربيع الآخر ۱۳۴۹ھ۔

منہج کتاب:

۱- مؤلفین تراجم جنھوں نے اپنی کتابوں میں حروف ہجاء کی ترتیب کالحاظ کیا ہے، ان میں سے بعض نے علی الاطلاق حروف ہجاء کی ترتیب رکھی ہے یعنی سب سے پہلے ان کا ذکر کیا ہے جن کے نام کا پہلا حرف ہمزہ ہے اور اس کے بعد والا حرف الف ہے، پھر ان کا ذکر کرتے ہیں جن کے نام کا دوسرا حرف باء ہو علی ھذا الترتیب الی آخرہ جیسے "الاصابہ فی تمیز الصحابہ"، "الاکمال فی رفع الارتیاب لابن ماکولا" وغیرہ، اور بعض اصحاب تراجم نے احتراماً لاسم النبی ﷺ سب سے پہلے ان کا ذکر کیا ہے جن کا نام احمد ہے اور بعض لوگوں نے سب سے پہلے ان کا ذکر کیا ہے جن کا نام محمد ہے، اس کے بعد ان کا جن کا نام احمد ہے اور اس کے بعد پھر حروف ہجاء کی ترتیب سے آخر کتاب تک جیسے "تاریخ بغداد" اور یہ کثیر ہے، اور بعض لوگوں نے ان لوگوں کے تذکرے سے آغاز کیا ہے جن کا نام ابراہیم ہے، تو علامہ عینی رحمہ اللہ نے "رجال مغانی الاخیار" میں سب سے پہلے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جن کا نام "ابراہیم" ہے اور اس کی تلخیص میں صاحب کشف الاستار نے سب سے پہلے ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جن کا نام "احمد" ہے اس کے بعد الف باء کی ترتیب سے بقیہ رواۃ کا ذکر کیا ہے۔

۲- جن رواۃ کا ذکر تقریب التہذیب میں ہے، ان کے بارے میں تقریب سے بعینہ نقل کر دیا ہے، اور تہذیب التہذیب سے اسی کے بقدر نقل کیا ہے جتنے سے راوی دوسرے سے متمیز ہو جائے، اور اس کے ساتھ راوی کی تجریح و توثیق کے بارے میں بھی ان دو مذکورہ کتابوں پر ہی اکتفا کیا ہے۔

۳- جن رواۃ کا ذکر حافظ ابن حجرؒ کی مذکورہ دونوں کتابوں میں نہیں ہے، ان کو مغانی سے نقل کیا ہے اور ان کی تفصیل کے لئے حتی الامکان دوسری کتابوں سے بھی مراجعت کی ہے۔

نمونے:

۱–أحمد بن أبى عمران عن على بن الجعد وأبى عبد الله محمد بن شجاع و غيرهما، وعنه الطحاوى ، ذكره العينى فى المغانى فقال : أحمد بن أبى عمران موسى بن عيسى ابو جعفر الفقيه البغدادى ، نزل مصر، قال الخطيب : كان مكينا من العلم ،حسن الدراية بعلوم كثيرة، وكان أحد الموصوفين بالحفظ، وذكره ابن يونس فى تاريخ مصر ووثقه اهـ۔ وقال السيوطى فى حسن المحاضرة: أحمد بن أبى عمران موسى بن عيسى البغدادى الإمام أبوجعفر، قاضى الديار المصرية، من أكابر الحنفية، تفقه على محمد بن سماعة و حدث عن عاصم بن على و طائفة و روى الكثير، و هو شيخ الطحاوى مات فى المحرم سنة خمس و ثمانين و مائتين بمصر وثقه ابن يونس فى تاريخه[۱۲۷]۔

[احمد بن ابو عمران امام طحاویؒ کے استاذ ہیں،علامہ عینیؒ نے اپنی کتاب مغانی میں ان کے والد ابو عمران کے نام موسی بن عیسی کی بھی صراحت کی ہے، اور احمد کی کنیت ابو جعفر ہے، بغدادی ہیں، مصر میں قیام پذیر اور وہاں کے قاضی رہے، اکابر فقہاء حنفیہ میں شمار ہوتے ہیں، خطیب نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ علم میں پختہ تھے، بہت سارے علوم کے اچھے جانکار تھے، اور ان کا شمار حفاظ حدیث میں ہوتا ہے، ابن یونس نے ان کا تذکرہ تاریخ مصر میں کیا ہے، اور ثقہ کہا ہے، ۲۸۵ھ میں ان کی وفات ہے]۔

۲– **ربيعة** بن النابغة: عن أبيه و عنه على بن زيد بن جدعان، وأما قول ابن حبان فى الثقات :"عداده فى أهل الكوفة،روى عنه أهلها"، فكان مراده روى عنه واحد من أهلها، وهو على بن زيد المذكور، فقد ذكر غير واحد أنه تفرد بالرواية عنه، وقال البخارى : لم يصح، فذكره العقيلى فى الضعفاء بذلک، ومراد البخارى أن الذى رواه عن أبيه عن على فى النهى عن زيارة القبور وعن إدخال لحوم الأضاحى بعد ثلاث و عن الأوعية، لا يعمل به،لأنه منسوخ، كذا فى تعجيل المنفعة[۱۲۸]۔

[ربیعہ بن نابغہ: انھوں نے اپنے والد (نابغہ) سے اور ان سے علی بن زید بن جدعان نے روایت کیا

ہے، اور ابن حبان کا (اپنی کتاب) ثقات میں یہ کہنا کہ ان کا شمار اہل کوفہ میں ہے، وہاں کے لوگوں نے ان سے روایت کی ہے، تو ان کی مراد یہ ہے کہ وہاں کے لوگوں میں سے ایک شخص نے ان سے روایت کی ہے، اور وہ یہی علی بن زید مذکور ہیں، کیونکہ متعدد لوگوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ ان سے روایت کرنے میں اکیلے ہیں، اور بخاریؒ نے کہا ہے کہ صحیح نہیں ہے، جس کی وجہ سے عقیلی نے ان کو ضعفاء میں شمار کیا ہے، تو بخاریؒ کی مراد یہ ہے کہ انھوں نے اپنے والد سے اور ان کے والد نے علی رضی اللہ عنہ سے: قبروں کی زیارت، اور قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ محفوظ رکھنے اور برتنوں (کے استعمال) سے نہی کی جو روایت کی ہے، اس پر عمل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ یہ منسوخ ہے، تعجیل المنفعۃ میں ایسا ہی ہے"[129]]۔

کتاب میں "عن ادخال لحوم الأضاحی" لام کے ساتھ ہی لکھا ہے، ممکن ہے یہ کتابت کی غلطی ہو، ورنہ احادیث میں "عن ادخار لحوم الأضاحی" راء کے ساتھ منقول ہے، ذخیرہ اندوزی اور جمع کرنے کے معنی میں[130]۔

امام بخاریؒ کا مذکورہ قول ان کی کتاب "التاریخ الکبیر" میں مذکور ہے: "ربيعة بْن النابغة عَنْ أَبيه عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: لا تشربوا مسكرا - ورخص فِي الأضاحي، ولا يصح لأن أبا صالح قَالَ حدثني الليث عَنْ عقيلَ ويونس عَنِ ابْن شهاب سَمِعَ أبا عُبَيْد سَمِعَ عليا: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تأكلوا من نسككم فلا تأكلوا، ولا يرفعه ابْن عيينة وتابعه أَبُو حصين عَنْ أَبِي عَبْد الرَّحْمَن عَنْ علي قوله، وروى أَبُو سَعِيد وَغَيْرُهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ النَّبِيّ ﷺ رخص فِيهِ بعد"[131]

[ربیعہ بن نابغہ اپنے والد سے اور وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نشہ آور مشروب مت پیو اور آپ نے قربانی کے گوشت میں رخصت دی ہے، اور یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ابوصالح نے کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا عقیل اور یونس سے روایت کرتے ہوئے اور ان دونوں نے ابن شہاب سے، کہ انھوں نے ابوعبید کو سنا اور انھوں نے علی رضی اللہ عنہ کو سنا کہ نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ تم لوگ اپنی قربانیوں سے کھاؤ، لہذا مت کھاؤ، اور ابن عیینہؒ اس کو مرفوعاً یعنی نبی ﷺ کے قول کے

طور پر روایت نہیں کرتے، اور ان کی متابعت ابو حصین نے کی ہے روایت کرتے ہوئے ابو عبد الرحمن سے اور وہ اسے علی رضی اللہ عنہ کے قول کے طور پر روایت کرتے ہیں اور ابو سعید اور ان کے علاوہ رضی اللہ عنہم نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بعد میں اس کے کھانے کی اجازت دیدی]۔

تنبیہ: ناچیز راقم کہتا ہے کہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے تین امور سے پہلے روکا ہے، قبروں کی زیارت سے، شراب کے لئے استعمال ہونے والے برتنوں کو استعمال کرنے سے، اور قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ رکھنے سے، پھر بعد میں آپ ﷺ نے ان تینوں امور کی اجازت دی ہے، اور امام بخاریؒ کو بھی یہ تفصیل معلوم ہے، اس لئے تاریخ کبیر میں مذکورر ربیعہ بن نابغہ کی روایت کے بارے میں لا یصح کہنے سے شاید امام بخاریؒ کی مراد یہ ہو کہ اس حدیث کی علی رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے مرفوع روایت صحیح نہیں ہے، بلکہ یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے، جیسا کہ ان کی عبارت کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے، اس لئے کہ تاریخ کبیر میں امام بخاریؒ نے ربیعہ بن نابغہ کی جو روایت نقل کی ہے کہ نشہ آور نہ پیو اور قربانی کے گوشت میں رخصت دی ہے، یہی تو معمول بہ ہے تو تعجیل میں ابن حجرؒ کا بخاریؒ کے قول "صحیح نہیں ہے" سے یہ مراد لینا کہ "اس پر عمل نہیں کیا جائے گا" کیسے صحیح ہوگا۔ ھذا ما ظھر لی واللہ اعلم۔ اعظمی

نابغہ کے والد کا نام مخارق بن سُلَیم شیبانی ہے، ابن حجرؒ نے نابغہ کو مجہول بتایا ہے، ان کے والد مخارق کی حدیث امام نسائی نے ذکر کی ہے، صاحب تہذیب نے ذکر کیا ہے کہ ان سے ان کے دو لڑکے قابوس اور عبد اللہ نے روایت کی ہے، اس میں انھوں نے نابغہ کا ذکر نہیں کیا ہے [۱۳۲]، مسند احمد میں ان کی روایت اس طرح منقول ہے: ربيعة بن النابغة عن أبيه عن علي قال: إن رسول الله ﷺ، نهى عن زيارة القبور، وعن الأوعية، وأن تُحبس لحومُ الأضاحي بعدَ ثلاث، ثم قال: "إني كنتُ نهيتُكم عن زيارة القبور، فزوروها، فإنها تذكركم الآخرة، ونهيتكم عن الأوعية، فاشربوا فيها، واجتنبوا كل ما أسكر، ونهيتكم عن لحوم الأضاحي أن تحبسوها بعد ثلاثٍ، فاحبسوها ما بدا لكم [۱۳۳] [ربیعہ بن نابغہ اپنے والد سے اور وہ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

قبروں کی زیارت سے اور (شراب کے) برتنوں سے اور اس سے کہ قربانی کے گوشت تین دن سے زیادہ روکے جائیں منع فرمایا ہے، پھر بعد میں آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے زیارت قبور سے منع فرمایا تھا، اب زیارت کرو اس لئے کہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہے، اور برتنو سے منع فرمایا تھا، اب اسے پاک کرکے اسے استعمال کرو، اور ہر نشہ آور سے بچو، اور قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ رکھنے سے منع کیا تھا، اب جب تک چاہو رکھو]۔

۳- **محمد** بن سعيد بن عبد الملك بن مروان أبو صفوان الأموى ، تابعى صغير أرسل ، لا يدرى من هو ، كذا فى الميزان ، قال الحافظ ابن حجر فى اللسان : هو عبد الملك بن مروان الأموى ،ذكره ابن حبان فى الثقات وقال يروى المقاطيع ، روى عنه إسماعيل بن رافع ، و كذا ذكره أبو حاتم الرازى وقا ل لا أعرفه، قال مولانا أبو تراب : لم أره فى طبقة التابعين للثقات، نعم ذكره فى طبقة الأتباع ، لكن عبارته هناك غير ما نقل عنه الحافظ ، وهذا نصه : محمد بن عبد الملك بن مروان القرشى يروى عمن سمع معاوية ، روى عنه حرملة بن عمران اهـ - فلعل المترجم له هو هذا و غيره سقط من نسختى والله تعالى أعلم بالصواب[١٣٤]۔

[محمد بن سعید، صغیر تابعی ہیں، مرسل روایت کی ہے، معلوم نہیں یہ کون ہیں، میزان الاعتدال میں ایسا ہی ہے، حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں کہا ہے کہ یہ عبد الملک بن مروان اموی ہیں، ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے، اور یہ کہا ہے کہ مقطوع روایت کرتے ہیں، ان سے اسماعیل بن رافع نے روایت کی ہے، اور ایسے ہی ابو حاتم رازی نے ان کا ذکر کیا ہے اور یہ کہا کہ میں ان کو نہیں جانتا، مولانا ابو تراب (مصنف) نے کہا کہ میں نے ان کو ثقات کے طبقہ تابعین میں نہیں پایا، ہاں ان کو اتباع تابعین کے طبقہ میں ذکر کیا ہے، لیکن ان کی عبارت وہاں وہ نہیں ہے جو حافظ ابن حجر نے ان سے نقل کی ہے، یہ اس کی نص عبارت ہے: محمد بن عبد الملک بن مروان قرشی، ان سے روایت کرتے ہیں جنھوں نے حضرت معاویہؓ سے سنا ہے، اور ان سے حرملہ بن عمران روایت کرتے ہیں۔ اھ، تو شاید یہاں جن کے احوال نقل کئے گئے ہیں وہ یہی ہوں، اور ان کے علاوہ جو ہیں، میرے نسخہ سے ساقط ہوں، واللہ اعلم] انتہی۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ کشف الاستار میں ایسا ہی ہے ”محمد بن سعید بن عبد الملک بن مروان ابو صفوان الاموی“ اور ایسا ہی عینیؒ کی مغانی الاخیار میں بھی مذکور ہے، اور ایسا ہی شرح معانی الآثار کی بعض طبعات میں بھی ہے اور جب رجال کی کتابوں میں جستجو کی تو محمد بن سعید کی کنیت ابو صفوان نہیں ملی، بلکہ یہ کنیت عبد اللہ بن سعید بن عبد الملک کی ملی، چنانچہ شرح معانی الآثار کی شرح نخب الافکار للعینی میں ابو صفوان عبد اللہ بن سعید ہی ہے، سند کے الفاظ یہ ہیں ”حدثنا ابراهيم بن أبى داؤد و أحمد بن ابى داؤد قالا حدثنا ابو يعلى محمد بن الصلت قال حدثنا ابو صفوان عبد الله بن سعيد بن عبدالملك بن مروان ،قال ابن ابى داؤد : وكان ثقة ورفع به عن ابن جريج عن معمر، عن أيوب، عن أبي قلابة، عن أنس - رضي الله عنه [۱۳۵]“ باب الرجل یقتل رجلاً کیف یقتل، اور ہندوستانی طبعات میں ایک طباعت المکتبۃ الاشرفیہ دیوبند کی دستیاب ہوئی جو مولانا محمد ایوب صاحب مظاہری سہارن پوری کے حاشیہ کے ساتھ چھپی ہے، اس کی جلد ثانی: ص ۱۰۰ پر یہ روایت مذکور ہے اس کی سند میں بھی ابو صفوان عبد اللہ بن سعید ہی ہے، راقم الحروف کے پاس تراجم الاحبار کی صرف پہلی جلد موجود ہے، جو باب الزاء پر ختم ہو جاتی ہے، اس لئے مظاہر علوم سہارن پور سے تراجم الاحبار کے متعلقہ صفحات کی فوٹو منگائی جس کی نقل پیش کر دینا باعث اطمینان ہوگا ”أبوصفوان محمد بن سعيد بن عبد الملك بن مروان عن ابن جريج و عنه أبو يعلى محمد بن الصلت ، صوابه أبو صفوان عبد الله بن سعيد كما فى نسخة العينى و شرحه و هو المذكور قبله ، و أما محمد بن سعيد بن عبد الملك بن مروان الاموى التابعى الذى ذكره ابن ابى حاتم فى الجرح والتعديل والحافظ فى الميزان و اللسان فليس من رجال معانى الآثار و إنما ذكره صاحب كشف الاستار لأنه لم يقف على وهم الناسخين“۔[۱۳۶] [ابوصفوان محمد بن سعید بن عبد الملک بن مروان، روایت کیا ہے ابن جریج سے اور ان سے ابو یعلی محمد بن صلت نے، درست ابو صفوان عبد اللہ بن سعید ہے، جیسا کہ عینی کے نسخہ اور ان کی شرح میں ہے اور اس سے پہلے مذکور یہی ہیں، اور محمد بن سعید بن عبد الملک تابعی جن کا ذکر ابن ابو حاتم نے الجرح والتعدیل میں اور حافظ نے میزان اور لسان میں کیا ہے تو وہ معانی الآثار کے رجال سے نہیں ہیں، اور صاحب کشف الاستار نے ان کا ذکر کیا ہے

کیونکہ وہ ناسخین کے وہم سے واقف نہ ہو سکے]۔

۴- وبرة ، رجل من كليب عن أبی بكر الصديق و عنه حميد بن عبدا لرحمن بن عوف قال ابن حزم فی الإنصاف[۱۳۷]: مجهول، كذا فی الميزان و فی اللسان ، قلت ذكر له ترجمة فی تهذيب التهذيب لأنه وقعت له رواية عند النسا ئی فی الكبری اهـ قال مولانا أبو تراب قد راجعت إليه فلم أر له ذكرا فيه ولا فی التقريب[۱۳۸] ۔

[وبرہ: کلیب کے ایک فرد ہیں، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اور ان سے حمید بن عبد الرحمن بن عوف روایت کرتے ہیں، ابن حزمؒ نے اپنی کتاب ''الانصاف'' میں کہا ہے کہ مجہول ہیں، میزان اور لسان میں ایسا ہی ہے، میں نے کہا کہ تہذیب التہذیب میں ان کا ترجمہ مذکور ہے، کیونکہ نسائی کی کبریٰ میں ان کی ایک روایت آئی ہے، مولانا ابو تراب نے کہا کہ میں نے تہذیب کا مراجعہ کیا تو اس میں اور تقریب میں ان کا ذکر نہیں ملا]۔ انتھی الترجمۃ۔

وبرة: باء کے فتحہ کے ساتھ (بالموحدة المحركة[۱۳۹]) اور نخب الافکار میں بسکون الباء کہا ہے[۱۴۰] ''لسان المیزان'' میں حافظ نے ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:'' - وبرة الكلبي:أن طلحة والزبير جَلَدا في الخمر ثمانين.قال ابن حزم في الإيصال: مجهول.قلت: ذكرت له ترجمة في تهذيب التهذيب لأنه وقعت له رواية عند النسائي في الكبرى لهذا الحديث الذي ذكره ابن حزم بطوله.[۱۴۱]

''[وبرہ کلبی: (ان سے منقول ہے کہ) طلحہ اور زبیر نے شراب پینے کی حد میں اسی (۸۰) کوڑے لگائے ہیں، ابن حزم نے ایصال میں کہا کہ مجہول ہیں، میں (ابن حجرؒ) نے کہا: میں نے تہذیب التہذیب میں ان کا ذکر کیا ہے، کیونکہ نسائی کی سنن کبریٰ میں ان کی ایک روایت آئی ہے، وہی حدیث جس کا ذکر ابن حزم نے طویل ہونے کے باوجود کیا ہے]، جس سے ظاہر ہے کہ حافظ نے تہذیب میں ان کا تذکرہ کیا ہے، مگر لسان المیزان میں ان کے ترجمہ کے تحت کتاب کے محقق استاذ محترم عبد الفتاح ابو غدہؒ نے بھی مطبوعہ تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب میں ان کا تذکرہ نہ ہونے کی صراحت کی ہے، لکھتے ہیں ''ولم أجد له ترجمة فی مطبوعة ''تهذيب التهذيب'' ولا فی ''التقريب'' ، والحديث المشار إليه هناأخرجه الطحاوی فی ''معانی

الآثار:۱۵۳/۳" وفيه " ---أن ابن شهاب حدثه،أن حميد بن عبدالرحمن بن عوف حدثه ،ان رجلا من كلب يقال له : وبرة أخبره---، و أخرجه البيهقى فى "السنن الكبرى: ۳۲۰/۸" و فيه : ابن وبرة"[۱۴۲]۔[اور میں نے ان کا ذکر مطبوعہ تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب میں نہیں پایا، اور وہ حدیث جس کا یہاں پر اشارہ کیا گیا ہے اسے طحاویؒ نے معانی الآثار ۳/۱۵۳ میں درج کیا ہے، اور اس میں مذکور ہے کہ ---ابن شہاب نے ان سے بیان کیا کہ حمید بن عبد الرحمن نے ان سے بیان کیا کہ کلب کے ایک صاحب جن کو وبرہ کہا جاتا ہے انھوں نے خبر دی---اور اس کو بیہقی نے سنن کبری:۸/۳۲۰ میں ذکر کیا ہے اور اس میں ابن وبرہ ہے]انتہی۔ دیکھئے سنن کبری للبیہقی باب ماجاء فی عدد حد الخمر حدیث:۱۷۵۳۹، نیز تاریخ دمشق لابن عساکر: ترجمہ رقم ۸۹۷۴، شرح معانی الآثار میں وبرہ کا ذکر حدیث رقم ۴۸۹۷، باب حد الخمر کی سند میں آیا ہے، اور نخب الافکار شرح معانی الآثار کے نسخہ میں: ابن وبرۃ ہے" **أن رجلًا من كلب يُقال له: ابن وَبْرة أخبره---**"(۱۵/۵۲۷)۔

۲- **الاعلام برواۃ الامام :**

یہ کتاب مسند امام بو حنیفہ کے ان رجال کے احوال پر مشتمل ہے جن کا""تقریب التہذیب"میں ذکر نہیں ہے،[۱۴۳] محمد تنزیل صدیقی صاحب نے اپنے مقالہ میں اسی قدر تعارف پر اکتفا کیا ہے، کتاب دستیاب نہیں ہو سکی کہ مزید معلومات ذکر کی جائیں۔

۱۳- سید امیر علی(۱۲۷۴-۱۳۳۷ھ):

علامہ امیر علی بن معظم علی الحسینی ملیح آبادی، لکھنوی، ہندوستان کے مشہور و معروف علماء میں شمار ہوتے ہیں، آپ کی کمسنی میں ہی والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا، پرورش و تربیت چچازاد بہن نے کی، علوم عربیہ، شیخ عبد اللہ آروی، مولانا حیدر علی مہاجر، اور قاضی بشیر الدین عثمانی قنوجی سے حاصل کئے، اور حدیث کا درس محدث نذیر حسین دہلوی سے لیا، لکھنؤ میں سکونت پذیر رہے، کچھ مدت تک مطبع نوَلکِشور میں تصحیح

کتب اور تحشیہ و ترجمہ کا کام کیا، اور اخیر عمر میں سال دوسال مدرسہ عالیہ کلکتہ میں تدریس کے فرائض انجام دیئے، پھر ندوۃ العلماء لکھنؤمیں تین سال رہے، انتہائی ذہین، قوی الحافظہ، شریف النفس، بااخلاق دیندار عالم تھے "وکان أعلم العلماء فی زمانه،وأعرفهم بالنصوص والقواعد، مع توسعه فی الرجال و الحدیث، مدیم الاشتغال فی کتبه ،غیر متصلب فی المذهب الحنفی، یتتبع الدلیل ویترک التقلید إذا وجد فی مسألة نصا صریحا مخالفا للمذهب غیر منسوخ،و هو من أشیاخی، صحبته مدة" [۱۴۴] [اپنے زمانہ کے علماء میں بڑے عالم، رجال وحدیث کی وسعت معلومات کے ساتھ، نصوص و قواعد کے زیادہ جانکار تھے، اپنی کتابوں میں ہی ہمیشہ منہمک رہتے، مذہب حنفی میں متشدد نہیں تھے، دلائل کی جستجو میں رہتے، اور کسی مسئلہ میں مذہب کے خلاف غیر منسوخ صریح نص سامنے آجاتی تو (اسی پر عمل کرتے تھے، اس مسئلہ میں) تقلید کو ترک کردیتے تھے، میرے اساتذہ میں ہیں، میں ایک مدت تک ان کے ساتھ رہاہوں]، ان کی وفات رجب سن ۱۳۴۷ھ میں لکھنؤمیں ہوئی۔

متعدد اہم، بڑی کتابوں کے مصنف ہیں، اردو میں "مواہب الرحمن" کے نام سے تیس جلدوں میں قرآن کریم کی تفسیر لکھی، فقہ حنفی کی معروف کتاب "ہدایۃ" کا بہترین اردو ترجمہ "عین الہدایۃ" کے نام سے، نیز "فتاوی عالمگیریہ" کا اردو ترجمہ، بھی کیا، اردو میں صحیح بخاری کی شرح کئی بڑی جلدوں میں لکھی، علم اسماء الرجال میں صاحب نزہۃ نے ان کی تین کتابوں کا ذکر کیا ہے:

۱- **حاشیة علی تقریب التهذیب للحافظ:**

اسماء رجال میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی کتاب "تقریب التہذیب" پر حاشیہ ہے۔

۲- **تکملة التقریب المسماة بالتصقیب:**

یہ کتاب، حافظ ابن حجرؒ کی مذکورہ کتاب "تقریب التہذیب" کا تکملہ ہے۔

۳- **المستدرک فی الرجال:**

اس کتاب میں صحاح اور سنن کے رواۃ کو جمع کرنے میں سمعانی کی "الأنساب" اور دوسری کتابوں

سے استفادہ کیا ہے، مگر یہ کتاب مکمل نہ ہو سکی، "جمع فيه رواة الصحاح و السنن، واستقراهم من أنساب السمعاني وغيره من الكتب ولكنه لم يتم"[١٤٥] ۔

ان تینوں کتابوں کے بارے میں مزید معلومات فراہم نہ ہو سکیں۔

سید امیر علی کا تذکرہ ڈاکٹر یوسف مرعشلی نے بھی اپنی کتاب "نثر الجواہر والدرر فی علماء القرن الرابع عشر" میں کیا ہے، اور بطور حوالہ حاشیہ میں "الإعلام بما في تاريخ الهند من الأعلام لأبي الحسن الندوي: ص ١١٩٦" کی صراحت کی ہے[١٤٦]، جو مولانا عبد الحیٔ الحسنیؒ کی کتاب "نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر" کا ہی دوسرا نام ہے، مگر کتاب کے اس نام کے ذکر میں ان سے سہو ہوا ہے، اور بار بار ہوا ہے، کتاب کا نام "الإعلام بمن في تاريخ الهند من الأعلام" ہے، اور یہاں ص ١٦١ پر حاشیہ میں کتاب کی نسبت میں بھی غلطی ہوئی ہے اس کی نسبت مولانا ابو الحسن علی (میاں) ندویؒ کی طرف کی گئی ہے، جبکہ انھوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ (ص: ٣٠) میں نیز کتاب کے صفحہ (٦٥٣) پر مولانا عبد الحیؒ کے تذکرہ میں بھی اس کتاب کو مولانا علی میاںؒ صاحب کے والد مولانا عبد الحیٔ بن فخر الدین حسنیؒ رحمہ اللہ کی تصنیف ہی بتایا ہے، یہ کتاب پہلی مرتبہ دائرۃ المعارف العثمانیہ سے سال ١٣٦٦ھ = ١٩٤٧م سے ١٩٧٠ کے درمیان، وقفہ وقفہ سے قسط وار آٹھ جلدوں میں "نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر" کے نام سے طبع ہوئی، بعدہ سال ١٤٢٠ھ = ١٩٩٩م میں مطبع دار ابن حزم لبنان بیروت سے "الإعلام بمَن في تاريخ الهندِ من الأعلام المسمى بـ "نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر" کے نام سے مولانا علی میاں ندویؒ کے مقدمہ کے ساتھ طبع ہوئی، اور کتاب کا یہ دوسرا نام مولانا علی میاں ندویؒ نے ہی تجویز فرمایا ہے[١٤٧]۔

١٤- اشفاق الرحمن کاندھلویؒ (وفات ١٣٧٦ھ = ١٩٥٧م):

مولانا اشفاق الرحمن کاندھلویؒ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے فاضل ہیں، اسی مدرسہ میں دس سال مختلف خدمات انجام دینے کے بعد ١٨ سال جامعہ اشرفیہ دہلی میں رہے، اس کے بعد فتحپوری مدرسہ میں

۱۸ سال تدریسی خدمت انجام دی، پھر جامعہ احمدیہ بھوپال میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے، ۱۹۵۰ میں پاکستان چلے گئے، اور ٹنڈو اللہ یار خاں کے مدرسہ میں استاذ حدیث مقرر ہوئے، ۲۱ر جنوری ۱۹۵۷م کو پاکستان میں ہی آپ کی وفات ہوئی، آپ کی تصنیفات میں ''کشف المغطی'' کے نام سے ایک کتاب ہے جو موطأ کی شرح ہے، اور ایک کتاب ''کشف الغطاء عن رجال الموطأ'' کے نام سے بھی ہے، ان کے بارے میں ساری معلومات ''دبستان دیوبند کی علمی خدمات، مصنفہ مولانا اسیر ادروی'' سے ماخوذ ہے (ص:۱۲۴، نیز ص:۱۶۹)۔

۱- کشف الغطاء عن رجال الموطأ:

اس کتاب کے بارے میں اسیر ادروی صاحب نے لکھا ہے کہ: ''موطأ امام مالک کے رجال کا مختصر تذکرہ ہے، حروف تہجی سے رواۃ کے حالات لکھے گئے ہیں، کتاب کے دوسرے باب میں جو راوی کنیتوں سے مشہور ہیں ان کے حالات ہیں، تیسرا باب ابناء و انساب کے بارے میں ہے، اور پانچواں باب کُنی کے بیان میں ہے، کتاب ۱۳۴۶ میں اس وقت لکھی گئی جب آپ فتحپوری دہلی میں استاذ تھے، کتاب شائع ہو چکی ہے''۔[۱۴۸]
اس کتاب تک رسائی نہیں ہو سکی۔

۱۵- شاہ محمد حلیم عطا (۱۳۱۱ھ=۱۸۹۳م-۱۳۷۵ھ=۱۹۵۵م):

مولانا شاہ حلیم عطا سلونیؒ ضلع رائے بریلی میں پیدا ہوئے، سن ولادت ۱۳۱۱ مطابق ۱۸۹۳ میلادی ہے، سلون کے مشہور خانوادہ کریمیہ کے مایہ ناز فرزند ہیں، آپ کی پرورش آپ کے چچا شاہ حسام عطا کے زیر تربیت ہوئی، اور علم حدیث اپنے برادر بزرگ شاہ نعیم عطا صاحب سے حاصل کیا، اللہ نے عبقری ذہن، قوی حافظہ سے نوازا تھا، وسعت مطالعہ اور علمی استحضار سے بہرہ ور تھے، تفسیر و فقہ اور ادب میں مہارت کے ساتھ پسندیدہ موضوع علم حدیث اور تاریخ تھا، آپ کی تصنیفات میں ''استخراج الدرر من القرآن العظیم''، ''تیسیر الوصول الی اطراف اصحاب الاصول''، ''دلیل السالک الی اطراف مالک''، ''فتح المنعم فی اطراف الامام مسلم'' اور فن رجال میں ''اسماء الرجال المذکورین فی الاکمال'' قابل ذکر ہیں، یہ ساری کتابیں غیر مطبوع ہیں،

۲۰ صفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۷؍ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو الہ آباد میں آپ کی وفات ہوئی۔

۱- أسماء الرجال المذكورين فى الإكمال :

نام سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب فن اسماء الرجال میں ہے، اس کتاب کا ذکر مصنف کے احوال میں ملتا ہے، مگر مزید تفصیلات فراہم نہیں ہو سکیں۔

۱۶- شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلوی (۱۳۱۵ھ-۱۴۰۲ھ):

مولانا محمد زکریا بن محمد یحییٰ بن محمد اسماعیلؒ کی ولادت، بروز جمعرات ۱۱؍ رمضان ۱۳۱۵ھ مطابق ۲؍ فروری ۱۸۹۸ میلادی، قصبہ کاندھلہ میں ہوئی، علمی و دینی ماحول میں پرورش ہوئی، اور شروع سے ہی وقت کی قدر و قیمت، اور علم کی رغبت گھٹی میں پلا دی گئی تھی، کبار مشائخ وقت سے استفادہ کا موقع ملا، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (المتوفی: ۱۳۲۳ھ) سے بھی فیض اٹھایا جبکہ ان کی وفات کے وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی، اکثر تعلیم اپنے والد مولانا محمد یحییٰ (متوفی ۱۳۳۴ھ) اور چچا مولانا محمد الیاس (بانی جماعت تبلیغ، متوفی: ۱۳۶۳ھ) صاحبان سے حاصل کی، اس کے بعد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے، کیونکہ والد صاحب ۱۳۲۸ھ میں سہارنپور منتقل ہو گئے تھے، کتب صحاح (ابن ماجہ کے علاوہ) پہلی مرتبہ اپنے والد مولانا محمد یحییٰ صاحب سے ۱۳۳۳ھ میں پڑھیں، اور دوسرے سال ۱۳۳۴ھ میں صحیحین، سنن ابو داؤد، سنن ترمذی وغیرہ مولانا خلیل احمدؒ سہارنپوری سے پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

تدریس:

مروجہ تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۳۳۵ھ سے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں مدرس بنا دیئے گئے، اور ۱۳۴۰ھ میں دیگر کتب کے ساتھ صحیح بخاری کے کچھ اجزاء کا درس بھی آپ کے ذمہ کر دیا گیا، اور بتدریج ارتقاء کے ساتھ ۱۳۸۸ھ تک مسلسل آپ نے بخاری شریف کا درس دیا، اور شیخ الحدیث کے نام سے معروف و مشہور ہوئے، (تفصیل کے لئے آپ کی تحریر کردہ "آپ بیتی" کا مراجعہ کیا جائے)۔

تصنیف وتالیف:

درس وتدریس کے ساتھ تالیف وتصنیف بھی آپ کا خاص مشغلہ تھا، اور اس کی تربیت آپ کو مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے ساتھ "بذل المجہود" کی تالیف میں کام کرنے سے حاصل ہوئی تھی، اس کی تالیف کے دوران آپ بہت سی اہم باتوں کو اپنی قرطاس میں محفوظ کرتے جاتے تھے، جیسا کہ دوران تعلیم بھی آپ کا یہ معمول تھا کہ اہم مسائل اور نکات کو اہتمام سے لکھتے رہتے تھے، بچپن سے ہی لکھنے کی اس مشق نے آپ کو زمانہ طالب علمی میں ہی کئی کتابوں کا مصنف بنادیا تھا، اس دور کی کتابوں میں شرح الفیہ اردو، شرح سلم اردو اور تقریر مشکاۃ وغیرہ ہیں، آپ کی دیگر معروف کتابوں میں جزء حجۃ الوداع والعمرات، خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی، اوجز المسالک شرح موطأ امام مالکؒ، اعتدال فی مراتب الرجال وغیرہ ہیں، فن فہرسہ میں مسند امام احمد جس میں روایات، صحابہ کی ترتیب پر ذکر کی گئی ہیں، حروف تہجی کی ترتیب سے اس کی ایک فہرست "معجم المسند للامام احمد" کے نام سے مرتب کی، اسی طرح حافظ ذہبیؒ کی تذکرۃ الحفاظ جو طبقات کی ترتیب پر لکھ گئی ہے، اس کی ایک فہرست حروف تہجی کی ترتیب سے "معجم رجال تذکرۃ الحفاظ للذہبی" کے نام سے تصنیف کیا، نیز مسند ابوداؤد طیالسی میں جن صحابہ سے احادیث منقول ہیں ان صحابہ کرام کے اسماء کو بھی حروف تہجی کی ترتیب پر "معجم الصحابۃ الذین اخرج عنہم ابوداؤد الطیالسی فی مسندہ" کے نام سے جمع کیا ہے، فن رجال میں بھی آپ کی تصنیفات "جزء المبہمات فی الاسانید والروایات"، "حواشی و ذیل التہذیب"، "جزء ملتقط الرواۃ عن المرقاۃ"، "شذرات اسماء الرجال"، اور فن جرح وتعدیل میں "جزء مایشکل علی الجارحین" کے نام سے ذکر کی گئی ہیں، اس کے علاوہ دیگر علوم وفنون میں دوسری اہم کتابیں بھی ہیں، جن کا احاطہ یہاں مقصود نہیں[۱۴۹]۔

۱- جزء المبهمات في الاسانيد والروايات:

اس کتاب کا ذکر مصنف نے اپنی آپ بیتی (۱/۱۶۰) میں کیا ہے، لکھتے ہیں: احادیث کی اسانید میں بھی اور روایات میں بہت سے نام مبہم آتے ہیں، اس ناکارہ نے ان سب کے نام دوسری احادیث میں تلاش کر

کے لکھنے شروع کئے تھے، اور اچھا خاصہ ذخیرہ ہو گیا تھا۔ ان میں ان مبہمات کو چھوڑ دیا گیا جو تہذی، تقریب تعجیل وغیرہ میں آ گئے ہیں، کتاب غیر مطبوع ہے۔

۲- حواشی وذیل التهذیب:

اس کتاب کا ذکر بھی "آپ بیتی" (۱/۱۶۲) میں موجود ہے، یہ کتاب حافظ ابن حجرؒ کی کتاب تہذیب التہذیب پر حاشیہ ہے، اس کتاب کے بارے میں مصنف لکھتے ہیں: "حافظ ابن حجر کی تہذیب التہذیب، تقریب، تعجیل وغیرہ پر حواشی تو سبھی پر لکھتا رہا، لیکن تہذیب التہذیب پر کثرت سے لکھے گئے، اور ذیل التہذیب کے نام سے مستقل بارہ جلدیں مجلد کرا کر تہذیب کے موافق اس پر صفحے ڈال دیئے تھے، تا کہ اس پر تہذیب کا استدراک اور ذیل لکھا جاوے، مگر تہذیب پر حواشی تو لکھنے کی زیادہ نوبت آئی، مگر اس ذیل پر لکھنے کی نوبت کم آئی"، انتہی، کتاب ناتمام غیر مطبوع ہے۔

۳- جزء ملتقط الرواة عن المرقاة:

اس رسالہ کا ذکر بھی مؤلف نے اپنی آپ بیتی (۱/۱۶۴) میں کیا ہے، ملا علی قاریؒ نے مشکاۃ المصابیح کی شرح "مرقاۃ المفاتیح" میں جن رواۃ پر کچھ کلام کیا ہے، ان کو اس رسالہ میں جمع کیا گیا ہے۔

۴-شذرات أسماء الرجال:

مولانا محمد زکریاؒ کی اس کتاب کا ذکر ڈاکٹر ولی الدین صاحب نے مولانا کی کتاب "الابواب والتراجم" کے مقدمہ میں کیا ہے، ان کی تفصیل کے مطابق، محدثین کا بعض رواۃ سے بعض کے سماع میں اختلاف، یا بعض رواۃ کے انساب میں جو اختلاف ہے، اس کی تحقیق کے لئے اس تصنیف کی ابتداء ہوئی تھی، مگر مکمل نہ ہو سکی[۱۵۰]۔

۱۷- مولانا محمد أیوب بن محمد یعقوب سہارنپوری (۱۳۱۸ھ - ۱۴۰۷ھ):

مولانا حکیم محمد ایوب بن محمد یعقوب بن احمد حسین صاحب کی ولادت مغربی اتر پر دیش کے معروف شہر سہارن پور میں سن ۱۳۱۸ھ میں ہوئی، ابھی عمر کی پانچ بہاریں دیکھی تھیں کہ والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا، دادا کا انتقال پہلے ہی ہو چکا تھا، لہذا مولانا کی تربیت و تعلیم اور نگرانی مولانا محمد یحییٰ صاحب نے فرمائی، ۱۳۳۴ میں جب ان کا انتقال ہو گیا تو مولانا الیاس صاحب اور مولانا محمد زکریا صاحب رحمہا اللہ سے رشتۂ تلمذ استوار کیا، اور ۱۳۳۹ھ میں دورۂ حدیث کی تکمیل کی، اسی دوران فن طب کی تعلیم بھی حاصل کی، طبابت خاندانی پیشہ تھا، لہذا وہی ذریعۂ معاش رہا، ۲۷ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ تاریخ وفات ہے، تصانیف میں "تراجم الاحبار من رجال شرح معانی الآثار"، "تصحیح الاغلاط الکتابیہ الواقعہ فی النسخ الطحاویہ"، "الحواشی لشرح معانی الآثار"، "الفتح السماوی فی تحقیق مولد الطحاوی"، "تصویب التقلیب الواقع فی تہذیب التہذیب"، "تصحیح اغلاط تقریب التہذیب" اور "خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال" کا ذکر ملتا ہے[۱۵۱]، ان میں سے بعض کتابوں کا تذکرہ مولانا ایوب صاحب نے خود اپنی تصنیف "تراجم الاحبار" کے مقدمہ میں بھی کیا ہے، لکھتے ہیں:

"وفی ضمن هذا التاليف المنيف وقفت على فوائد شتى مستقلة، جديرة أن تذكر، فمنها : الوقوف على كثير من الأغلاط و التصاحيف الواقعة فى النسخ المطبوعة لشرح معانى الآثار بعضها مما يتعلق بالمتن و بعبارة الكتاب، وجُلها مما يتعلق بالأسانيد والرجال، فصححت تلك الأغلاط بالتحقيق والدليل، وجمعتهما فى جزئين، الجزء الأول يشتمل على تصحيح المجلد الأول من معانى الآثار، والجزالثانى للمجلد الثانى، وقد طبعا بحمد الله باسم "تصحيح الأغلاط الكتابيةالواقعة فى النسخ الطحاوية[۱۵۲]" [اس بلند و بالا تالیف کے ضمن میں متفرق مستقل قابل ذکر فوائد سے واقفیت ہوئی، انھیں میں سے ایک یہ کہ شرح معانی الآثار کے مطبوعہ نسخوں میں واقع اغلاط و تصحیفات سے واقفیت ہوئی، ان میں سے بعض متن اور عبارت سے متعلق ہیں اور اکثر اسانید ورجال سے متعلق ہیں، تو میں نے دلیل و تحقیق کے ساتھ ان اغلاط کی تصحیح کی اور ان کو دو جزء میں جمع

کیا، پہلا جزء معانی الآثار کی پہلی جلد کی تصحیح پر مشتمل ہے، اور دوسرا جزء دوسری جلد کی تصحیح پر، اور بحمد اللہ دونوں جزء ''تصحیح الاغلاط الکتابیۃ الواقعۃ فی النسخ الطحاویہ'' کے نام سے طبع ہو چکے ہیں]۔

۱- تراجم الأحبار من رجال شرح معانی الآثار:

یہ مولانا حکیم محمد ایوب صاحب کی تصنیف ہے، جس میں انھوں نے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی ترغیب و حکم پر امام طحاوی رحمہ اللہ کی کتاب ''شرح معانی الآثار'' کے راویوں کے حالات کو جمع کیا ہے، جیسا کہ وہ کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: ''إنی لما فرغت من تكميل الكتب الدرسية فی جامعة مظاهر علوم سنة أربعين و ثلثما ئة و ألف من الهجرة النبوية على صاحبها الصلاة و التحية، أشار إلىّ من اشارته حكم و طاعته غنم، الشيخ العلامة مولانا محمد زكريا الكاندهلوی،شيخ الحديث بمظاهر علوم، متع الله المسلمين بطول بقائه، أن أحقق رجال شرح معانی الآثار للامام الحافظ الحجة أبی جعفر أحمد بن محمد الطحاوی رحمه الله [۱۵۳]''،[جب ۱۳۴۰ھ میں جامعہ مظاہر علوم میں کتب درسیہ کی تکمیل سے فارغ ہوا، تو شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے، جن کا اشارہ حکم کا درجہ رکھتا ہے اور ان کی اطاعت باعث سعادت ہے، مجھے مشورہ دیا کہ میں حافظ حجت امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی رحمہ اللہ کی کتاب شرح معانی الآثار کے رجال کی تحقیق کروں]۔

اس کتاب کی تصنیف کا عمل ۱۳۴۱ھ میں شروع ہو کر ۱۳۷۱ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچا، درمیان میں کچھ دیگر مصروفیات و موانع کے سبب تصنیف کا عمل موقوف بھی رہا، چنانچہ لکھتے ہیں ''فشرعته فی ثمان خلون من شهر ربيع الأول سنة إحدى و أربعين رجاء أن يحشرنی الله فی زمرة خدام الحديث -----ومع ذلك حالت دون إكماله عوائق و موانع مما يعتری المرء فی حياته، ومن جملة ذلك أنی اشتغلت بتكميل كتب الطب الذی هو من صناعة آبائی من قديم الأيام -----حتی منّ الله تبارك و تعالی علیّ بالاختتام ففرغت من تكميل المسودة سنة إحدی و سبعين بعد ألف و ثلثما ئة[۱۵٤]''[ربیع الاول ۱۳۴۱ھ کے آٹھ دن گزر چکے تھے تو میں نے اس کی تالیف کا کام شروع کیا اس امید پر کہ اللہ تعالی حدیث نبوی کے خدام کی جماعت میں قیامت کے دن مجھے اٹھائیں-----اور اس کے

ساتھ ہی اس کی تکمیل میں متعدد ایسی رکاوٹیں سامنے آتی رہیں جو آدمی کو درپیش ہوتی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ طب جو قدیم زمانہ سے اپنے آباؤاجداد کا پیشہ رہا ہے، میں اس کی کتابوں کی تکمیل میں مشغول ہو گیا، یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالی نے مجھ پر اس کتاب کو اختتام تک پہونچانے کا احسان کیا، چنانچہ مسودہ کی تکمیل سے میں ۱۳۷۱ھ میں فارغ ہوا]۔

اس کتاب کی تکمیل میں تاخیر کا سبب یہ بھی ہوا کہ اس کی تالیف کے دوران مصنف کو جو دیگر معلومات فراہم ہوتی رہیں، ان کو بھی الگ الگ کتاب کی حیثیت سے جمع کرتے رہے، چنانچہ "تصحیح الاغلاط الکتابیہ الواقعۃ فی النسخ الطحاویۃ"، "تصویب التقلیب"، اور غالباً "ذیل تہذیب التہذیب" کتابیں اسی دوران تصنیف کی گئیں، "فلأجل الاشتغال و انقسام الأوقات فى أثناء هذا التاليف إلى هذه الأعمال المتنوعة وقع التراخى فى تكميله[١٥٥]"۔

منہج تالیف:

۱- شرح معانی الآثار کی ہندوستانی طباعت دو جلدوں میں ہے، مصنف رحمہ اللہ نے اسی کو سامنے رکھ کر کام کیا ہے۔

۲- تراجم کی ترتیب حروف ہجاء کی ترتیب پر ہے، مگر اس میں اسماء کے محض حرف اول کا لحاظ کیا گیا ہے کہ جو اسماء بھی حرف الف سے شروع ہوں گے وہ حرف الف کے تحت ذکر کئے گئے ہیں، بعد کی ترتیب شرح معانی الآثار کے ابواب میں وقوع کے لحاظ سے ہے، اسی لئے علی سبیل المثال "احمد" نام کے سبھی لوگوں کا ذکر یکجا نہیں ملے گا، بلکہ حرف الف کے تحت ہی غیر مرتب متفرق مقامات پر ذکر کیا گیا ہے، البتہ ہر نام کے ساتھ ایک عدد لکھا ہوا ہے جو شرح معانی الآثار کے صفحہ کا نمبر ہے، جہاں اس راوی کا ذکر وارد ہے، اور ہر صفحہ کے اوپر دائیں طرف اس باب کا ذکر ہے جس باب میں اس راوی کی سند سے حدیث منقول ہے۔

۲- ہندوستانی طباعت کی پہلی جلد میں کسی حرف ہجاء سے شروع تمام اسماء رواۃ کا ذکر مکمل ہو جانے کے

بعد پھر جلد ثانی میں اسی حرف سے شروع ہونے والے رواۃ کا ذکر کیا ہے، البتہ اس کے ساتھ "ن" کا رمز بھی لکھا ہے، اس اشارہ کے لئے کہ ان کا ذکر شرح معانی الآثار کی دوسری جلد میں ہوا ہے۔

اس نہج پر تراجم الاحبار کی پہلی جلد حرف "زاء" پر تمام ہوتی ہے، اور دوسری جلد حرف "س" سے شروع ہوگی، کتاب کل چار مجلدات میں طبع ہوئی ہے (افسوس کہ بقیہ ۳ جلدیں حاصل نہ کر سکا)۔

۳- صحاح کے راویوں کے تذکرہ میں اولاً ابن حجر کی "تقریب التہذیب" بعدہ تفصیلِ شیوخ و تلامذہ اور اقوالِ جرح و تعدیل کے لئے "تہذیب التھذب" سے استفادہ کیا گیا ہے، مزید تفصیل کے لئے رجال کی دیگر کتب سے بھی مدد لی گئی ہے۔

۴- اور جو رجال غیر صحاح کے ہیں اور "تقریب" میں ان کا ذکر نہیں ہے، ان کے احوال، فن کی کتابوں میں جہاں بھی ملے، حوالہ کے ساتھ اس کتاب سے لئے گئے ہیں۔

۵- تتبع روایات سے کسی راوی کے مزید شیوخ و تلامذہ کا علم ہوا، تو اس کا اضافہ کیا گیا ہے، اور امتیاز کے لئے اس کی وضاحت بین القوسین (قلتُ) سے کی گئی ہے۔

۶- ہر راوی کے تذکرہ میں اس کا بھی التزام کیا گیا ہے کہ صحاح ستہ یا دیگر کتب حدیث میں اس راوی سے کوئی حدیث منقول ہے تو کسی رمز کا استعمال کئے بغیر صراحت کے ساتھ اس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے،

۷- ہر راوی کے تذکرہ میں اس کا بھی التزام کیا گیا ہے کہ "شرح معانی الآثار" میں اس راوی سے کتنی احادیث منقول ہیں۔

۸- کسی راوی کے نام و نسب وغیرہ میں اگر کسی صاحب فن سے سہو یا خطا ہوئی ہے تو "تنبیہ" کے ذریعہ اس پر متنبہ بھی کیا ہے، اور حسب ضرورت تصحیح اور راجح کی وضاحت بھی کی ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: خطبۃ الکتاب: ص: ج/د)۔

نمونے:

۱- **أحمد** (ص: ۷) بن أبی عمران موسی بن عیسی أبوجعفر البغدادی، قاضی الدیار

المصرية من أكابر الحنفيه تفقه على محمد بن سماعة و بشر بن الوليد الكندى و حدث بمصر عن عاصم بن على بن عاصم بن صهيب وسعيد بن سليمان الواسطيين و على بن الجعد و محمد بن الصباح و إسحاق بن إسماعيل وغيرهم، و هو أستاذ أبى جعفر الطحاوى ، ذكره الحافظ ابن يونس فى الغرباء الذين قدموا مصر فقال كان مكينا فى العلم،حسن الدراية بألوان من العلم كثيرة ،كان ضرير النظر وحدث بحديث كثير من حفظه وكان ثقة ،وكان قدم إلى مصر مع أبى أيوب صاحب خراج مصر ، فأقام بمصر اِلى أن توفى بها فى المحرم سنة ثمانين و مأتين،كذا فى تاريخ الخطيب و المنتظم و الجواهر المضيئة ، قلت روى أيضاً عن أبى عبد الله محمد بن شجاع و أحمد بن عيسى بن حسان المصرى و أحمد بن جناب المصيصى و أحمد بن منصور أبى بكر الرمادى وعثمان وأبى بكر ابنى أبى شيبة و إسحاق بن إسماعيل و عبيد الله بن محمد بن حفص بن عمر التيمى و أبى صالح الحكم بن موسى و أبى خيثمة زهير بن حرب و خالد بن خدا ش المهلبى و خلف بن هشام ، له عند الطحاوى نحو عشرة أحاديث[١٥٦]۔

[احمد (ص:۷یعنی شرح معانی الآثار کا صفحہ نمبر) بن ابو عمران جن کا نام موسی بن عیسی ہے،اور احمد کی کنیت ابو جعفر ہے بغدادی ہیں، دیار مصر کے قاضی رہے ہیں، اکابر حنفیہ سے ہیں محمد بن سماعہ اور اور بشر بن الولید کندی سے فقہ کا علم حاصل کیا اور مصر میں عاصم بن علی اور سعید بن سلیمان واسطی اور علی بن الجعد اور محمد بن الصباح اور اسحاق بن اسماعیل وغیرہ سے حدیث کی روایت کی، اور یہ ابو جعفر طحاویؒ کے استاذ ہیں، حافظ ابن یونس نے ان کا ذکر ان لوگوں میں کیا ہے جو باہر سے مصر آئے اور کہا کہ علم میں پختہ تھے، اور علم کی بہت ساری اقسام کی اچھی فہم اور جانکاری والے تھے، نابینا تھے، اور اپنی یاد داشت سے کثرت سے حدیثیں روایت کیں، صاحب خراجِ مصر ابو ایوب کے ساتھ مصر آئے تھے اور محرم ۲۸۰ھ میں وفات تک یہیں قیام پذیر رہے، ایسا ہی تاریخ خطیب، منتظم اور جواہر مضیہ میں مذکور ہے، میرا کہنا ہے کہ انھوں نے ابو عبد اللہ محمد بن شجاع، احمد بن عیسی بن حسان مصری، احمد بن جناب مصیصی، احمد بن منصور ابو بکر رمادی اور شیبہ کے دونوں فرزند عثمان و ابو بکر، اسحاق بن اسماعیل اور عبید اللہ بن محمد بن حفص بن عمر تیمی اور

ابو صالح حکم بن موسی، ابو خیثمہ زھیر بن حرب، خالد بن خداش مہلبی اور خلف بن ہشام سے بھی روایت کی ہے، شرح معانی الآثار میں امام طحاویؒ نے ان سے دس حدیثیں نقل کی ہیں]۔

ان کا ذکر ماسبق میں کشف الاستار کے نمونے میں گزر چکا ہے [157]، احمد بن ابو عمران کے بارے میں امام طحاویؒ فرماتے ہیں:" قال الطحاوی: کان أول من کتبت عنه العلم المزنیّ، وأخذت بقول الشافعی (رضی الله عنه) . فلما کان بعد سنین، قدم إلینا أحمد بن أبی عمران قاضیا علی مصر، فصحبته، وأخذت بقوله، وکان یتفقه علی مذهب الکوفیین، وترکت قولی الأول "پہلے صاحب جن سے میں نے علم لکھا مزنی علیہ الرحمۃ تھے اور ان کی شاگردی میں میں نے امام شافعیؒ کے قول کو اپنایا، پھر کچھ سالوں بعد احمد بن ابو عمران قاضی ہو کر ہمارے یہاں مصر آئے، تو میں نے ان کی صحبت اختیار کی اور ان کے قول کو اپنا لیا، اپنا پہلا قول ترک کر دیا، ان کی فقہ کوفیوں کے مذہب پر تھی [158]، تاریخ اسلام ذہبی اور مغانی الاخیار میں بھی ان کی وفات ۲۸۰ھ ہی درج ہے،وُلِدَ: فِي حُدُوْدِ المائَتَيْنِ---وَتُوُفِّيَ: فِي المُحَرَّمِ، سَنَةَ ثَمَانِيْنَ وَمائَتَيْنِ [159]۔

۲ - **بشیر** (ص۲۳۲) بالفتح ابن سلیمان ،کذا وقع فی النسخ المطبوعة،وتبعها صاحب کشف الأستار ،و الصواب ما فی نسخة الشارح ابن سلمان ،و هو بشیر بن سلمان . مکبرا . الکندی أبو إسماعیل الأسلمی الکوفی ثقة یغرب ، روی عن أبی حازم الأشجعی و خیثمة بن أبی خیثمة و سیار أبی الحکم وقیل عن سیار أبی حمزة و مجا هد و عکرمة والقاسم بن صفوان و أبی سعید المدینی الراوی عن ابن عمر و غیرهم و عنه ابنه الحکم و السفیانان و ابن المبارک و ابن فضیل و وکیع و الفریابی و أبو نعیم و غیرهم ، قا ل أحمد و ابن معین و العجلی ثقة ،وقال أبو حاتم صالح الحدیث و هو أحب إلیّ من یزید بن کیسان وقال ابن سعد کان شیخا قلیل الحدیث ،وقال البزار حدث بغیر حدیث لم یشارکه فیه أحد ، وذکره ابن حبان فی الثقات ،روی له مسلم وأصحاب السنن و البخاری فی الأدب، له عند الطحاوی فرد حدیث ۔

تنبیہ : وقع فی الکنی للدولابی أبو إسماعیل بشیر بن سلیمان مصغرا و کذا فی أکثر نسخ التقریب و الخلاصة وإنما الصواب ابن سلمان مکبراًکما ذکرنا۔[۱٦٠](ج۱ ۔ص۱۷۳)۔

[بشیر بن سلیمان، باء پر فتحہ ہے، لکھتے ہیں کہ ایسے ہی مطبوعہ نسخوں میں ان کے والد کا نام ''سلیمان'' یاء کے ساتھ لکھا ہوا ہے، اور صاحب کشف الاستار نے بھی اسی کی اتباع کی ہے، کندی ہیں کنیت ابو اسماعیل ہے کوفہ کے رہنے والے ہیں ثقہ ہیں، غریب حدیثیں روایت کی ہیں، امام احمد، ابن معین اور عجلی نے ثقہ کہا ہے، ابو حاتم نے صالح الحدیث بتایا ہے، اور کہا ہے کہ یہ میرے نزدیک یزید بن کیسان سے زیادہ پسندیدہ ہیں، ابن سعد نے کہا کہ قلیل الحدیث شیخ ہیں، اور بزار نے کہا کہ کئی حدیثیں ایسی روایت کی ہیں جس کی روایت میں ان کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے، ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے، امام مسلم اور اصحاب سنن نے ان کی حدیثوں کی روایت کی ہے، امام بخاری نے الادب المفرد میں ان کی روایت نقل کی ہے، امام طحاوی کی شرح معانی الآثار میں ان کی ایک حدیث مذکور ہے۔ متنبہ رہیں! دولابی کی کُنی میں اور تقریب وخلاصہ کے اکثر نسخوں میں بھی سلیمان ہی لکھا ہوا ہے مگر صحیح سلمان (بغیر یاء کے) ہے جو شارح کے نسخہ میں لکھا ہے،]۔اھ

کچھ شروحات اور تراجم کی کتابوں میں بھی ''سلیمان'' یاء کے ساتھ لکھا ہوا ہے، مگر صحیح جو اکثر کتب تراجم میں ہے وہ بغیر یاء کے ''سلمان ہی ہے''، **''سَمِعت یحیی یَقُول بشیر أَبُو إِسْمَاعِیل هُوَ بشیر بن سلمَان''**(تاریخ یحیی بن معین: ترجمہ رقم ۲۵۳۹)، اور انھوں نے سیار ابو حمزہ سے روایت کی ہے، لیکن بشیر غلطی سے ابو الحکم کہتے تھے چنانچہ ابن حجرؒ نے سیار ابو الحکم کے ترجمہ میں صراحت کی ہے'' قال أبو داود عقبه هو سيار أبو حمزة ولكن بشير كان يقول سيار ابوالحكم وهو خطأ قال أحمد هو سيار أبو حمزة وليس قولهم سيار أبو الحكم بشيء وقال الدارقطني قول البخاري سيار أبولحكم سمع طارق بن شهاب وهم منه وممن تابعه، والذي يروي عن طارق هو سيار أبوحمزة قال ذلك أحمد ويحيى وغيرهما ''[ابوداؤد نے اس کے بعد کہا ہے کہ یہ سیار ابو حمزہ ہیں مگر بشیر

روایت کرتے ہوئے ابو الحکم کہتے تھے، اور یہ غلط ہے، احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ وہ سیار ابوحمزہ ہیں، اور ان کا قول سیار ابو الحکم بے حقیقت ہے، اور دار قطنیؒ نے کہا: بخاری کا قول کہ سیار ابو الحکم نے طارق بن شہاب سے سنا ہے ان کا اور جن لوگوں نے ان کی اتباع میں کہا ہے ان کا وہم ہے، جو طارق سے روایت کرتے ہیں وہ ابوحمزہ ہیں، احمد اور یحیی اور ان کے علاوہ لوگوں نے یہی کہا ہے]، (دیکھئے تہذیب التہذیب ج ۴/ ص ۲۹۲)، واضح رہے کہ ایک سیار بن وردان یا وردیا دینار ہیں ان کی کنیت ابو الحکم ہے، اور والد کی کنیت ابو سیار ہے، یہ عنزی اور بصری ہیں، انھوں نے طارق بن شہاب سے نہیں سنا ہے، اور ایک ابو حمزہ کوفی ہیں انھوں نے طارق بن شہاب سے روایت کی ہے، نیز سیار ابو الحکم اور سیار ابو حمزہ دونوں کے ترجمہ میں حافظؒ نے بشیر کا ذکر کرتے ہوئے ''بن اسماعیل'' کہا ہے جب کہ یہ بشیر ابو اسماعیل ہیں (ایضاً ۴ / ۲۹۲و۲۹۳)۔ از راقم۔

۳- **إسماعيل** (ص : ٣٥٩ ن) الأعور مرفوعا و عنه عبيد الله بن جعفر ،قال صاحب كشف الأستار هو ابن عبيد، ذكره ابن حبان فى الثقات فقال: يروى عن ابن عمر روى عنه عمران بن عوف الغافقى اهـ - قلت : لم أجده فى زبر النقد -.ما قاله فى الكشف مبهم و ظنى أنه غيره ويحتمل أن يكون إسماعيل بن عبد الرحمن الأعور المعروف بالسدى.والله أعلم ، ثم إذا حصل لنا نخب الأفكار شرح العلامة العينى فراجعته فوجدت فيه أنه قال اسماعيل هو ابن عبدالرحمن السدى أبو محمد الأعور الكوفى من التابعين الكبار اهـ - والله الموفق،[٦١]

[اسماعیل (جلد ثانی ص:۳۵۹ میں ان کی روایت ہے،) لقب اعور ہے، مرفوعا ان کی روایت مذکور ہے اوران سے عبید اللہ بن جعفر نے نقل کیا ہے، صاحب کشف الاستار نے کہا ہے کہ یہ ابن عبید ہیں، ان کا ذکر ابن حبان نے ثقات میں کیا ہے، اور یہ کہا ہے کہ یہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے عمران بن عوف غافقی روایت کرتے ہیں، اھ۔ میں نے کہا کہ کہ مجھے نقد کی کتابوں میں ان کا ذکر نہیں ملا، کشف الاستار میں جو بات کہی ہے وہ مبہم ہے، اور میرا خیال ہے کہ یہ ان کے علاوہ ہیں، اور احتمال یہ ہے کہ یہ اسماعیل بن عبد الرحمن الاعور ہوں جو سدی سے معروف ہیں، واللہ اعلم، پھر جب ہمیں علامہ عینی کی شرح ''نخب الافکار''

ملی اور اس کا مراجعہ کیا تو اس میں ملا کہ یہ اسماعیل، ابن عبد الرحمن، سدی ابو محمد اعور کوفی ہیں، تابعین کبار میں سے ہیں، واللہ الموفق]۔

اسماعیل مذکور کا ذکر شرح معانی الآثار حدیث رقم ۶۸۶۴ کی سند میں آیا ہے، "فَإِنَّهُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: ثنا أَبِي قَالَ: ثنا ابْنُ لَهِيعَةَ , عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ , عَنْ إِسْمَاعِيلَ الْأَعْوَرِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْكُلُ مُتَّكِئًا , فَنَزَلَ عَلَيْهِ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۔۔۔الحديث"، اور صاحب کشف الاستار نے جو نقل کیا ہے، وہ بعینہ مغانی الاخیار فی رجال معانی الآثار (۳/۵۰۶) سے منقول ہے، اور نخب الافکار فی شرح معانی الآثار (۱۳/ ۴۲۰) میں عینی نے ان کی تعیین اعور الکوفی سے کی ہے، اور یہ معروف صاحب تفسیر ہیں، زیادہ تر لوگوں نے ضعیف کہا ہے۔

۴- **حبان** (۳۴) بالفتح ثم موحدة ابن واسع بن حبان بن منقذ بن عمروالأنصارى ثم المازنى المدنى صدوق ذكره ابن حبان فى الثقات روى عن أبيه و خلاد بن السائب و عروة بن الزبير كما وقع فى رواية الطحاوى ان كان محفوظا ،روى عنه عمرو بن الحارث و ابن لهيعة، روى له مسلم و أبو داؤد والترمذى حديثا واحدا فى صفة الوضوء۔

[حبان میں حاء مہملہ پر فتحہ ہے اور اس کے بعد باء موحدہ ہے، ان کے والد، واسع بن حبان بن منقذ بن عمر و انصاری ہیں، صدوق ہیں، ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے، انھوں نے اپنے والد اور خلاد بن سائب سے روایت لی ہے، اور اگر طحاوی کی روایت محفوظ ہو تو جیسا کہ اس میں واقع ہے، انھوں نے عروہ بن زبیر سے بھی روایت کی ہے، اور ان سے عمرو بن الحارث اور ابن لہیعہ نے، امام مسلم، ابو داؤد اور ترمذی نے اپنی اپنی کتابوں میں صفت وضو میں ان کی ایک حدیث ذکر کی ہے]۔

انتباه : أخرج حديثه الطحاوى من طريق عبد الله بن وهب عن ابن لهيعة عن جعفر بن ربيعة عنه عن عروة بن الزبير عن عائشة ولا يكاد يوجد هذا الطريق عند غيره ،ولم أر أحدا ذكر عروة فى شيوخ حبان، وكذا حبان فى شيوخ جعفر ،ولا يبعد أن يكون رواية ابن لهيعة عن جعفر و حبان، على سبيل المقارنه فإنه معدود فى تلا مذ ة كليهما جميعا ،والله

أعلم[١٦٢]۔

[یعنی امام طحاویؒ نے ان کی حدیث، عبد اللہ ابن وہب عن ابن لہیعۃ عن جعفر بن ربیعہ عن حبان بن واسع عن عروۃ بن زبیر کے طریق سے نقل کی ہے، اور یہ طریق سند امام طحاوی کے سوا اور کسی کی کتاب میں نہیں ملتا، اور کسی نے حبان کے شیوخ میں عروۃ کا ذکر کیا ہے اور نہ جعفر کے شیوخ میں حبان کا، اور کوئی بعید نہیں کہ ابن لہیعہ کی روایت "عن جعفر و حبان" ہو، یعنی ابن لہیعہ نے علی سبیل المقارنہ، جعفر اور حبان دونوں سے روایت کیا ہو، کیونکہ ان (ابن لہیعہ) کا شمار دونوں کے تلامذہ میں ہوتا ہے، اور اللہ ہی بہتر جانتے ہیں]۔ انتہی۔ مولانا ایوب صاحب نے اسی کی جانب شروع میں کہا ہے کہ اگر شرح معانی الآثار میں مذکورہ سند محفوظ ہو تو حبان بن واسع کے شیخ عروہ بن زبیر بھی ہیں۔

یہ کتاب المکتبۃ الخلیلیۃ، محلہ مفتی، سہارنپور سے طبع ہوئی ہے۔

۲- تصویب التقلیب:

مولانا ایوب صاحب کی یہ کتاب، حافظ ابن حجرؒ کی "تہذیب التہذیب" میں واقع گیارہ سو (۱۱۰۰) غلطیوں اور تحریفات کی تصحیح پر مشتمل ایک مجموعہ ہے، جو ۱۴۰۲ھ میں طبع بھی ہو چکا ہے، مولانا نے اس کتاب کا ذکر اپنی کتاب "تراجم الاحبار" کے مقدمہ میں کیا ہے، "ومنها أني وقفت بتيسيره تعالى في زمان هذا التاليف على أخطاء و تحاريف مما وقعت في نسخة تهذيب التهذيب، فجمعتها مع تصحيحها و تحقيقها في جزء مفرد، بلغ عدد تلك الأغلاط زهاء ألف ومأة، وسميته بتصويب التقليب الواقع في تهذيب التهذيب، وقد طبع بحمد الله سنة١٤٠٢ھ "(صفحہ: ج)۔

[تراجم الاحبار کی تالیف کے ضمن میں جو دیگر فوائد حاصل ہوئے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالی کے آسانی فرمانے سے میں بہت سی ان اغلاط و تحریفات سے واقف ہوا جو تہذیب التہذیب کے نسخہ میں واقع ہوئی ہیں چنانچہ میں نے ان کو ایک الگ جزء میں ان کی تصحیح و تحقیق کے ساتھ جمع کیا، ان کی تعداد تقریباً گیارہ سو ہے اور اس کا نام میں نے تصویب التقلیب رکھا، اور بحمد اللہ ۱۴۰۲ھ میں طبع بھی ہوئی]۔

۳- تعلیق مختصر جامع علی کتاب الطحاوی:

مولانا محمد ایوب صاحب نے اپنی کتاب "تراجم الاحبار" کے مقدمہ میں مزید اپنے ایک تصنیفی کام کا تذکرہ کیا ہے، جو درحقیقت امام طحاوی علیہ الرحمۃ کی کتاب پر مختصر تعلیق ہے "ومنہا أنه وفقنی الله تعالی لإتمام تعلیق مختصرجامع علی کتاب الطحاوی مشتمل علی بیان حال کل راو من رواة الإسناد حسب ما وقع ترجمته فی تقریب التهذیب۔۔۔۔الخ"، مگر اس تعلیق کے ساتھ انھوں نے سند میں وارد تمام راویوں کا حال بھی "تقریب التہذیب" میں واقع ترجمہ کے مطابق بیان کیا ہے، نیز اس کتاب میں ان مبہم اہل علم اور ائمہ کی تعیین بھی کی ہے جن کے بارے میں امام طحاویؒ نے کہا ہے "فذهب إليه قوم وخالفهم فی ذلک اٰخرون"، اور اکثر مواقع پر حدیث، صحاح کی دیگر جن کتابوں میں مذکور ہے اس کا حوالہ بھی دیا ہے، مگر مصنف نے اپنی اس کتاب کا نام نہیں ذکر کیا ہے، (مقدمہ تراجم الاحبار: صفحہ ج)۔

ہم نے اس کتاب کا ذکر فن رجال کے ضمن میں اس لئے کیا ہے کہ اس میں مصنف نے راویوں کے احوال بھی بالاستیعاب ذکر کئے ہیں، جیسا کہ مقدمہ کی عبارت سے ظاہر ہے۔

۱۸- محدث حبیب الرحمن الأعظمی رحمہ اللہ (۱۳۱۹-۱۴۱۲ھ):

محدث فقیہ ابو المآثر شیخ حبیب الرحمن الأعظمی رحمہ اللہ جن کی شخصیت علوم وفنون اور خاص طور سے فقہ وحدیث کی دنیا میں مستند، باوقار اور یگانۂ روزگار رہی ہے، جملہ علوم، تفسیر وحدیث، فقہ وفتاوی، تاریخ وسیر، تذکرۂ وتراجم، ادب ولغت ہر ایک میں آپ کا وسیع مطالعہ، نکتہ آفرینی، دور رس تحقیق، اصابت رائے، اور مضبوط فیصلہ آپ کے تفوق علمی اور فضل وکمال کے شاہد عدل ہیں، علمی ہیبت اور جاہ جلال کے تعلق سے فن رجال کے امام یحییٰ بن سعید القطان کے بارے میں منقول ہے کہ وہ عصر کی نماز کے بعد ٹیک لگا کر بیٹھے ہوتے تھے، اور علی بن المدینی، احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین جیسے ائمۂ حدیث کھڑے کھڑے ان سے احادیث کے متعلق سوالات کرتے تھے، ان کی ہیبت کی وجہ سے بیٹھنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی "یسألونه

عن الحديث وهم قيام، هيبةً له[١٦٣]"، مولانا حبیب الرحمن الأعظمی رحمہ اللہ، موجودہ صدی میں اس علمی ہیبت اور جاہ وجلال کی مثال تھے۔

مولانا اعظمیؒ کی ولادت ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں مشرقی یوپی کے معروف شہر مئوناتھ بھنجن میں ہوئی، آپ کی ابتدائی تعلیم کے اساتذہ میں، حافظ عبد اللہ مئوی، مولانا عبد الحق پیلی بھیتی، مولانا عبد الرحمن مئوی، مولانا عبد العزیز مئوی اور مولانا محمد صابر مئوی، مولانا ابوالحسن عراقی ہیں، اور بیشتر تعلیم اپنے مربی، جلیل القدر عالم مولانا عبد الغفار عراقی علیہ الرحمۃ سے انکے ساتھ گورکھپور وبنارس وغیرہ میں رہ کر حاصل کی، دارالعلوم دیوبند کے مختصر قیام میں علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا اصغر حسین دیوبندی، مفتی عزیز الرحمن عثمانی، مولانا غلام رسول خاں ہزاروی اور مولانا حکیم محمد حسن دیوبندی جیسے اساتذۂ عظام سے کسب فیض کا شرف حاصل ہوا، رحمہم اللہ، فراغت ودستار فضیلت دارالعلوم مئو سے مقدر تھی جہاں ان ایام میں شیخ الہند علیہ الرحمۃ کے ہی شاگرد مولانا کریم بخش صاحب سنبھلی علیہ الرحمۃ "صحاح ستہ" کا درس دیا کرتے تھے، مولانا اعظمیؒ نے ان سے صحاح ستہ کے علاوہ مؤطا امام مالکؒ و مؤطا امام محمدؒ، نیز "توضیح وتلویح" اور معقولات کی بھی کچھ کتابیں پڑھیں، اور شعبان ۱۳۴۰ھ میں سند فراغ حاصل کی، سر مبارک پر دستار فضیلت متعدد علوم وفنون کے ماہر مولانا عبد العلیم رسول پوری مبارکپوری کے ہاتھوں باندھی گئی، بعدہ تاحیات درس و تدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف، متعدد مخطوطات کتب حدیث پر تحقیق وتعلیق، وعظ ونصیحت، دفاع حق اور رد فرق باطلہ کا مشغلہ جاری رہا، تا آنکہ رمضان ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء میں غروب آفتاب کے ساتھ ہی "آہ بزم علم وفضل کی شمع فروزاں سو گئی"۔

مآثر علمیہ:

اللہ عز وجل نے مولانا اعظمی رحمہ اللہ کو دولت علم سے مالا مال کیا تھا، چنانچہ اپنے بعد آپ نے ہر فن میں کثیر علمی ذخیرہ چھوڑا ہے، کتب حدیث میں مسند حمیدی، سنن سعید بن منصور، عبد اللہ بن مبارک رحمہم اللہ کی کتاب الزہد والرقائق، مصنف عبد الرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، ابن حجر کی المطالب العالیۃ بزوائد

المسانید الثمانیۃ اور حافظ منذری کی مختصر الترغیب و الترہیب کے مخطوطات کی تصحیح اور ان پر وقیع تحقیق و تعلیق، سیرت و تاریخ اور تذکرہ میں سیرت طحاوی ، سیرت ابراہیم بن ادہم اور ان کے مدفن کی تحقیق، حیات شیخ عبد الحق محدث دہلوی، جواد ساباط، اعیان الحجاج، دستکار اہل شرف، علم اسماء الرجال میں الحاوی لرجال الطحاوی، الاتحافات السنیۃ بذکر محدثی الحنفیۃ، تعدیل رجال بخاری ، حجیت حدیث میں نصرۃ الحدیث، مباحث فقہیۃ میں رکعات تراویح، الاعلام المرفوعۃ فی حکم الطلقات المجموعہ، الازہار المربوعۃ فی رد الآثار المتبوعہ ، رہبر حجاج، انساب و کفاءت کی شرعی حیثیت، دار الاسلام اور دارالحرب، احکام النذر لاولیاء اللہ و تفسیر ما اُہل بہ لغیر اللہ، مباحث تفسیر میں التنقید السدید علی التفسیر الجدید، رد فرق و فتن میں شارع حقیقی، السیر الحثیث الی تنقید تاریخ اہل حدیث، دفع المجادلۃ عن آیۃ المباہلۃ، ارشاد الثقلین، عظمت صحابہ، اسکے علاوہ دیگر کتابیں، تحقیقی و تنقیدی مقالات و مضامین، علمی استدراکات و تبصرے تشنگان علوم وشیدائیان تحقیق کے سکون کا سامان، اور مولانا اعظمی کے بلند علمی مقام کا نشان ہیں۔

مولانا حبیب الرحمن الاعظمی رحمہ اللہ اور علم اسماء الرجال:

علامہ اعظمی رحمہ اللہ کو حدیث اور علوم حدیث سے انتہا درجہ کا شغف تھا، اور ان علوم میں آپ کے فضل و تفوق اور اتقان و ثاقب نظری کا ہند وبیرون ہند تمام ہی اہل کمال اور ماہرین فن نے برملا اعتراف کیا ہے، شیخ الازہر شیخ عبد الحلیم محمودؒ نے آپ کو "اَکبر علماء العالم الاسلامی" نیز "مسند الہند" کے خطاب سے نوازا، شیخ اَحمد شاکر مصریؒ نے "العلامۃ الکبیر المحقق" اور "من اَعظم العلماء بہا فی ہذا العصر" کے الفاظ سے یاد کیا، مولانا عامر عثمانیؒ نے آپ کے بارے میں لکھا: مولانا اعظمی فن حدیث میں قابل رشک براعت و مہارت کے سرمایہ دار ہیں اور صرف ہند و پاک ہی کے نہیں دنیائے عرب کے ارباب نظر بھی ان کے کمال تبحر کے معترف ہیں، مولانا سید سلیمان ندویؒ نے مفتی ظفیر الدینؒ کو ایک خط میں لکھا: ہندوستان کے ان دوستوں میں سے جن کے جیتے جی چھوٹ جانے کا افسوس ہے ایک مولانا مناظر احسن گیلانی ہیں اور دوسرے

آپ کے استاد مکرم مولانا حبیب الرحمن اعظمی ہیں،رحمهم الله رحمة واسعةورفع مكانتهم فى الاولى والآخرة۔

علوم حدیث کی جمیع اصناف سے شغف کے ساتھ خاص طور سے متون حدیث پر دقیق نظری، فن رجال بشمول ہر دو انواع علم اسماء الرجال اور علم الجرح والتعدیل میں کمال گیرائی پر آپ کو ملکہ حاصل تھا، جس کی مثالیں آپ کی تحقیقات میں جابجا ملتی ہیں، علی سبیل المثال مصنف عبد الرزاق میں ہے: ابن جریج نے عطاسے کہا" فاغسلوا وجوهكم و أيديكم إلى المرافق فيما يغسل؟"بطور تشریح آپنے تعلیق فرمائی: "يعنى هل المرافق تغسل"،اسی طرح سنن سعید بن منصور کی تحقیق میں متن میں مذکور لفظ"لا تجزوا أعراف الخيل فانها أدفاؤها "کے تحت لکھتے ہیں:"كذا فى "ص" وظنى أنه الصواب، وهو جمع دِفء بالكسر بمعنى ما يدفئ أى يسخن، ويحتمل أن يكون دفاء ها وهو بمعنى الدفء[١٦٤]"، اصل نسخہ میں ایسے ہی ہے اور میرا گمان ہے کہ یہ صحیح ہے اور یہ "دفء" بکسر الدال کی جمع ہے یعنی جو گرمی پہونچائے اور اسکا بھی احتمال ہے کہ "ادفاءھا" کی جگہ "دفاءھا" ہو جو "دفء" کے معنی میں ہے۔

ایسے ہی مسند حمیدی کی تحقیق میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:"فى الأصول عن أبيه و الصواب عندى عن أمه و اسمها مرجانة تروى عن عائشة و يروى عنها ابنها علقمة كما فى التهذيب و غيره ، علقت هذا و ما قبله بشهادة الوجدان، ثم وجدت الطحاوى قد أخرج الحديث من طريق أبى الزناد عن علقمة بن أبى علقمة عن أمه[١٦٥]" ۔

[اصول میں "عن ابیہ" ہے،اور میرے نزدیک صحیح "عن اُمہ" ہے،اور ان کا نام "مرجانہ" ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں اور ان سے ان کے لڑکے علقمہ روایت کرتے ہیں، جیسا کہ "تہذیب" وغیرہ میں مذکور ہے، میں نے یہ تعلیق اور اس سے ماقبل (ص ۱۰۳، تعلیق (۱)) وجدان کی گواہی پر کی،اس کے بعد میں نے امام طحاوی کو پایا کہ انھوں نے اس حدیث کو ابو الزناد کی سند سے "عن علقمة بن ابى علقمة عن امه "ذکر کیاہے،فالحمدللہ]۔

اس جیسی بہت سی مثالیں آپ کی تحقیقات میں ملتی ہیں، جو حدیث وفنون حدیث میں آپ کے وجدان، ذوق

سلیم اور آپ کی کثرت اطلاع وراسخ قدمی کی شاہد عدل ہیں۔

فن رجال میں آپ کی خدمات ونگارشات:

۱- الحاوی لرجال الطحاوی:

یہ کتاب اسماء الرجال میں مولانا اعظمی رحمہ اللہ کی مستقل تصنیف ہے، اور یہ اس وقت کی تصنیف ہے جبکہ آپ کی عمر کے ابھی تیس سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے، جیسا کہ اس کتاب کے اخیر میں اس کا مادۂ تاریخ بھی ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں: ''وھذا آخر الکنی ،وللہ الحمد علی ما وفقنا للإتمام ، وکان ذلک یوم الجمعۃ لسبع مضین من جمادی الأولی سنۃ ۱۳۴۸ الھجریۃ علی صاحبھا ألف ألف تحیۃ: أرخت عام تمامہ بقولی : ع ''إنہ واللہ تصنیف شریف''، سنۃ ۱۳۴۸ ھ''[۱۶۶] [اور یہ کُنیٰ کا آخری ترجمہ ہے، اور اللہ کے لئے ہی تمام تعریفیں ہیں کہ اس نے ہم کو پورا کرنے کی توفیق دی، اور یہ ۷/ جماد الاولی ۱۳۴۸ھ کو مکمل ہوئی، میں نے اس کی تاریخ اتمام ۱۳۴۸ھ اپنے اس قول سے نکالی ہے ''إنہ واللہ تصنیف شریف'']۔

اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں امام طحاوی رحمہ اللہ کی ہر دو کتاب ''شرح معانی الآثار'' اور ''شرح مشکل الآثار'' کے رجال و رواۃ کو جمع کرکے ان کے حالات قلمبند کئے ہیں ، اور اساطین محدثینِ وقت کی دادِ تحسین سے بہرہ ور ہوئے ہیں[۱۶۷]۔

منہج تالیف:

۱- اسماء رجال کی ترتیب میں اسماء کے پہلے حرف کا لحاظ کیا گیا ہے، البتہ اس حرف کے ضمن میں آنے والے راویوں کے تذکرے میں کوئی ترتیب قائم نہیں ہے،

۲- صحاح ستہ کے راویوں کے حالات حافظ ابن حجر کی تقریب سے نقل کئے گئے ہیں، اور اسی پر اکتفا کیا

گیا ہے، اور ان کے علاوہ راویوں کے حالات مختلف کتابوں کی ورق گردانی اور تتبع سے نقل کئے گئے ہیں، اور اکثر ان کے ناموں سے پہلے "ز" لکھدیا گیا ہے، امتیاز کے لئے کہ یہ صحاح ستہ کے راوی نہیں ہیں۔

۳- امتیاز کے لئے "شرح معانی الآثار" کے راویوں کے لئے "مع" یا "ع"، اور "شرح مشکل الآثار" کے راویوں کے لئے "مش" یا "ش" کا رمز اختیار کیا گیا ہے، اور دونوں کے مشترک راویوں کے لئے دونوں رمز کی صراحت کی گئی ہے، اور بیشتر ناموں پر علامت کے ساتھ کتاب کا صفحہ اور جلد نمبر بھی دیا گیا ہے۔

۴- زیر تذکرہ راوی کی کوئی روایت علم حدیث کے مجموعوں میں سے کسی میں علامہ اعظمی کی نظر سے گزری ہے تو اسے بھی ذکر کیا ہے۔

۵- کسی راوی کے نام ونسب یا ولدیت یا اس کی روایت والی سند میں کوئی غلطی یا تصحیف ہوئی ہے تو اس کی تصحیح دلائل کی روشنی میں حوالوں کے ساتھ کی گئی ہے۔

۶- اس راوی کے تعلق سے کسی دوسری کتاب میں کوئی غلطی یا تصحیف پائی جاتی ہے تو اس غلطی کی طرف اشارہ اور حتی الامکان اس کی تصحیح کی گئی ہے،

۷- راوی پر جرح وتعدیل یا کسی اور تعلق سے کسی متقدم صاحب فن سے کوئی فروگزاشت ہوئی ہے تو اس پر بھی متنبہ کیا گیا ہے۔

۸- بعض راویوں کے تعلق سے ائمۂ جرح وتعدیل کے اختلاف اقوال کو نقل کرنے کے بعد ضرورت محسوس ہوئی تو منصفانہ فیصلہ بھی کیا گیا ہے۔

۹- علامہ سندی کی کشف الاستار میں اگر کسی راوی کا تذکرہ غلطی سے رہ گیا ہے تو "أهمله السندی" لکھ کر اس کی طرف متوجہ کیا گیا ہے[۱۶۸]۔

نمونے:

۱- **أحمد** بن أبی داؤد (ش: ۱-۸) شیخ الطحاوی یختلج فی نفسی أنه غلط ، والصواب أحمد بن داؤد فلیحرر، ووقع فی ۱۳۷ ش ج۱ أحمد بن أبی داؤد بن موسی ، فقال مصحح

الكتاب : الظاهر أنه ابن أبى داؤد المنادى الذى قال ابن حجر فى اسمه :الصحيح فيه محمد ، ثم قال ولعل السند الصحيح حدثنا أحمد بن أبى داؤد عن عبيد الله بن موسى اهـ وعندى هذا كله تعسف ، فإنه يلزم على هذا أن يكون عبيد الله روى عن مسدد و هو أصغر منه ولم يثبت أنه روى عنه، ويلزم أيضاً أن الطحاوى وهم فى اسم محمد بن عبيد الله بن أبى داؤد ،فقال أحمد ، واستمر على هذا الوهم فى مواضع كثيرة ـ والظاهر عندى أنه أحمد بن داؤد بن موسى الذى مرّ ذكره ، وهو الراوى عن مسدد كما بيناه فى شيوخ الطحاوى ، ولينظر ما فى ص ١٣ من ش ج١ ، ويؤيد ما صححناه أن الطحاوى أخرج حديث إنزاء الحمر على الخيل عن أحمد بن أبى داؤد فى المشكل ١ ، ٨٤ ، و أخرجه فى المعانى عن أحمد بن داؤد[١٦٩]ـ

[احمد بن ابو داؤد (مشکل الآثار:۱/۸)، طحاوی کے شیخ ہیں، مجھے یہ خلجان ہے کہ یہ غلط ہے اور صحیح احمد بن داؤد ہے، لہذا نوٹ کر لیا جائے، اور مشکل الآثار جلد اول کے ص ۱۳۷ میں آیا ہے احمد بن ابی داؤد بن موسی، کتاب کی تصحیح کرنے والے نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ ابن ابو داؤد منادی ہیں جن کے نام کے بارے میں ابن حجر نے کہا ہے کہ صحیح محمد ہے، پھر مصحح نے یہ کہا کہ: اور شاید صحیح سند یہ ہے، حدثنا احمد بن ابی داؤد عن عبد اللہ بن موسی، اھ۔ اور میرے نزدیک یہ سب تکلف ہے، کیونکہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ عبید اللہ نے مسدد سے روایت کی ہو، جبکہ یہ ان سے عمر میں چھوٹے ہیں، اور یہ ثابت نہیں ہے کہ انھوں نے ان سے روایت کی ہے، اور یہ بھی لازم آئے گا کہ امام طحاویؒ کو محمد بن عبید اللہ بن ابو داؤد کے نام میں وہم ہو گیا، اور انھوں نے احمد کہا، اور اسی وہم پر متعدد مواقع پر قائم رہے۔

میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ یہ احمد بن داؤد بن موسی ہیں، جن کا ذکر گزر چکا ہے، اور وہی مسدد سے روایت کرنے والے ہیں جیسا کہ ہم نے طحاوی کے شیوخ میں بیان کیا ہے، اور مشکل الآثار: ج ۱ ص ۱۳ بھی دیکھ لیا جائے، اور ہم نے جو تصحیح کی ہے اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام طحاویؒ نے مشکل الآثار: ۱ / ۸۴ میں "انزاء الحمر على الخيل" والی حدیث احمد بن ابو داؤد سے تخریج کی ہے، اور معانی الآثار میں احمد بن داؤد سے ذکر کیا ہے]۔

۲- **الحسين** [بن] محمد بن عبد الرحمن بن فهم [ع] : قال ابن الجوزی :الحسين بن محمد بن عبد الرحمن بن فهم بن محرز بن إبراهيم أبو علی، ولد سنة ۲۱۱ ، وسمع خلف بن هشام ويحيى بن معين و محمد بن سعد وغيرهم ـ روى عنه أحمد بن معروف الخشاب و ابن الكامل القاضی و الخطبی والطوماری، وكان عسراً فی الرواية متمنعا إلا لمن أكثر ملازمته ـ قال ابن كامل : كان الحسين متقنا فی العلوم ،كثير الحفظ للحديث ،مُسنَده و مقطوعه ، و لأصناف الأخبار و النسب و الشعر و المعرفة بالرجال فصيحا ، متوسطا فی الفقه ،يميل إلى مذهب العراقيين، سمعته يقول :صحبت يحيى بن معين فأخذت عنه معرفة الرجال ، وصحبت أبا خيثمة فأخذت عنه المسند ، وصحبت الحسن بن حماد سجادة ، فأخذت عنه الفقه ـ وقال الدارَقطنی : ليس بالقوی ، اهـ باختصار ، قلت : ابن كامل أعلم به من الدارقطنی و أعرف[۱۷۰]ـ

[حسین بن محمد بن عبد الرحمن بن فہم[شرح معانی الآثار کے راوی ہیں]،ابن جوزی نے کہا کہ حسین بن محمد بن عبد الرحمن بن فہم بن محرز بن ابراہیم ابو علی،۲۱۱ھ میں پیدا ہوئے ، خلف بن ہشام ،یحییٰ بن معین، اور محمد بن سعد وغیرہ سے حدیث سنی ہے ، اور ان سے احمد بن معروف خشاب، قاضی ابن کامل ،خطبی اور طوماری نے روایت کیا ہے ، حدیثیں اسی سے بیان کرتے جو ان کے ساتھ زیادہ دنوں تک رہ چکا ہو ، ابن کامل کا کہنا ہے کہ حسین علوم میں پختہ تھے ، مقطوع و مسند حدیثوں کو خوب یاد رکھنے والے تھے ،اور احادیث کی اقسام ،انساب و اشعاراور رجال کی معرفت کے بھی حافظ اور فصیح اللسان تھے ،فقہ میں متوسط تھے ، مذہب عراقیین کی طرف مائل تھے ، میں نے انھیں کہتے ہوئے سنا کہ : میں نے یحی بن معین کی صحبت اختیار کی اور ان سے رجال کی معرفت حاصل کی ، اور ابو خیثمہ کے ساتھ رہااور ان سے باسند حدیثیں جمع کیں اور حسن بن حماد سجادہ کے ساتھ رہ کر فقہ حاصل کی ، اور دار قطنی نے ان کے بارے میں کہاہے کہ قوی نہیں ہیں ، ابن جوزی کی بات اختصار کے ساتھ تمام ہوئی ، میرا (حبیب الرحمن الاعظمی کا) کہناہے کہ دار قطنی سے زیادہ ابن کامل ان کو جانتے اور پہچانتے ہیں]۔انتہی۔

حسین بن محمد بن عبد الرحمن بن فہم کا ذکر شرح معانی الآثار میں صرف ایک جگہ "کتاب وجوه الفئ وخمس الغنائم" حدیث نمبر ۵۳۰۷ میں آیا ہے: "حدثنا علی بن الحسین بن عبد الرحمن بن فہم قال سمعت أحمد بن حنبل ۔۔۔۔۔الخ" اور ظاہر سند سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علی بن الحسین نے احمد بن حنبل سے یہ روایت سنی ہے، اور حسین اس سند میں بطور راوی مذکور نہیں ہیں، بلکہ علی کے تعارف کے لئے ہیں کہ وہ حسین کے لڑکے ہیں، شاید اسی باعث مولانا ابوتراب سندی کی کشف الاستار اور مولانا محمد ایوب مظاہری کی تراجم الاحبار میں ان کا ذکر نہیں کیا گیا ہے، مولانا محمد ایوب نے شرح معانی الآثار میں حاشیہ میں لکھا ہے: علی بن الحسین بن عبد الرحمن بن فہم لیس لہ ذکر غیر ھذا الموضع، لم توجد ترجمۃ (۲/ ۱۵۴)، مگر مولانا اعظمی رحمہ اللہ نے آگے اسی کتاب میں "علی بن الحسین بن عبد الرحمن کے تذکرہ میں ابو جعفر النحاس کی الناسخ والمنسوخ کے حوالہ سے سند کی تصویب کی ہے جو اس طرح ہے: "حدثنا علی بن الحسین عن الحسین بن عبد الرحمن"، نیز یہ بھی وضاحت کی ہے کہ حسین بن عبد الرحمن دراصل حسین بن محمد بن عبد الرحمن بن فہم ہیں، اور اسی لئے مولانا اعظمی علیہ الرحمۃ نے یہاں حسین بن محمد بن عبد الرحمن بن فہم کا ترجمہ نقل فرمایا ہے۔

حسین بن عبد الرحمن بن فہم کا ذکر شرح مشکل الآثار میں (حدیث: ۵۵۳۷) کی سند میں بھی آیا ہے: قال لنا أبو عبيد : وحدثنيه الحسين بن عبد الرحمن بن فهم عن بندار ۔۔۔۔۔الخ،[171]

حسین بن محمد کے بارے میں دار قطنیؒ نے نقد کیا ہے کہ "لیس بالقوی" یعنی قوی راوی نہیں ہیں، مولانا اعظمیؒ نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ حسین بن محمد کے بارے میں دار قطنی سے زیادہ ابن کامل جانتے ہیں، اھ۔ کیونکہ ابن کامل نے ان سے سنا ہے، ان کے معاصر ہیں اور دار قطنی تقریباً ان کے ایک صدی بعد کے ہیں، امام دار قطنی کا سن ولادت ۳۰۶ھ اور وفات ۳۸۵ھ ہے، جب کہ حسین کی ولادت ۲۱۱ھ اور وفات ۲۸۹ھ ہے، ابن کامل نے حسین کو علوم میں پختہ، اور احادیث کو زیادہ یاد رکھنے والا، اور رجال سے واقف بتایا ہے، "قال ابن كامل: كان الحسين متقنا في العلوم، كثير الحفظ للحديث ، مسنده و

مقطوعه، و لأصناف الأخبار، و النسب، و الشعر، و المعرفة بالرجال، فصيحا"۔

حسین کا ذکر خطیب نے اپنی تاریخ میں کیا ہے، ان کی تفصیل سے یہ علم ہوتا ہے کہ فہم حسین کے والد محمد کا ہی دوسرا نام ہے ایسی صورت میں ابن فہم حسین کی کنیت ہونی چاہئے، "سمعت أبا بكر بن أَبِي خيثمة، يَقُولُ: لما ولد فهم، يعني والد الْحُسَيْن بن فهم، أخذ أبوه المصحف فجعل يبخت لَهُ، فجعل كلما صفح ورقة يخرج: فهم لا يعقلون، فهم لا يعلمون، فهم لا يبصرون، فهم لا يسمعون، فضجر فسماه فهما "واللہ اعلم، (تاریخ بغداد بتحقیق بشار عواد معروف، ترجمہ رقم ۴۱۴۳)۔

۳- خازم بن خزيمة [ش : ۳ ۔ ۲۴۳] :هو البصری من تیم الرباب [142] مولی بنی سدوس من أهل البصرة ، سكن بخاریٰ ، يكنی أبا خزيمة ، روی عن مجاهد المكی و غيره و عنه يحيی بن عبد الله بن سالم بن عبد الله بن عمر بن الخطاب و عبد الجبار بن عمر الأيلی و أسلم بن بشر و حفص بن داؤد الربعی ، ذكره ابن حبان فی الثقات وقال : ربما أخطأ،يعتبر حديثه بروا يته عن الثقات ، أخرج له ------"[143]۔[خازم بن خزیمہ (مشکل الآثار ۳/ ۲۶۳ میں ان کا ذکر ہے]بصری ہیں تیم الرباب مولی بنی سدوس سے ہیں، بخارا میں سکونت اختیار کی، کنیت ابو خزیمہ ہے، مجاہد مکی وغیرہ سے روایت کی ہے، اور ان سے یحیٰی بن عبد اللہ بن سالم، عبد الجبار بن عمر، اسلم بن بشر، اور حفص بن داؤد نے، ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے، اور کہا ہے کہ کبھی کبھی غلطی کر جاتے ہیں، جو حدیثیں انھوں نے ثقات سے روایت کی ہیں ان کا اعتبار کیا جائے گا]۔

"ومن هٰهنا تبين لک أن ما فی الكتاب من قوله " حازم بن خزيمة عن تميم الزيات " تصحيف قبيح ، جنته أيدی النساخ ،فزادوا فی الإسناد رجلا ، وإنما الصواب : خازم بن خزيمة من تيم الرباب وتيم الرِباب قبيلة ، فراجع الأنساب للسمعانی"[144][مولانا اعظمی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم نے ترجمہ میں جو "من تیم الرباب" کی وضاحت کی ہے اس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ کتاب میں جو "حازم بن خزیمہ عن تمیم الزیات" ہے، وہ انتہائی بھونڈی تصحیف ہے جو ناقلین کے اقلام سے سرزد ہوئی ہے (کہ انھوں نے "من" کو "عن" قرار دیا۔)[145] اور اسناد میں ایک راوی "تمیم الزیات" کا اضافہ

کر دیا، جبکہ صحیح خازم بن خزیمہ من تیم الرِباب ہے، اور تیم الرباب ایک قبیلہ ہے، چنانچہ سمعانی کی انساب کا مراجعہ کر لیجئے]۔

۴- **عکاشة** بن وهب الصحابی[ع:۴۱۸/۱]: هو من خطأ بعض النساخين أو اجتهاد بعض المُصحّحِين ، والصواب عكاشة بن محصن و الذى اضطرهم إلى ذلک قوله فی الرواية : جدامة بنت وهب أخت عكاشة ، فظنوا أنه أيضاً ابن وهب ، و لم يدروا أنه أخ لها لأمها فقط، لا لأبيها [۱۷٦]۔[عکاشہ صحابی ہیں اور ان کو ابن وہب کہنا بعض ناقلین کی غلطی ہے یا بعض تصحیح کرنے والوں کا اجتہاد ہے، صحیح عکاشہ بن محصن ہے، اور ان کی اس غلطی کا باعث، روایت میں "جدامہ بنت وہب اخت عکاشہ" کا مذکور ہونا ہے، یعنی جدامہ، وہب کی لڑکی اور عکاشہ کی بہن چنانچہ ان لوگوں نے عکاشہ کی بہن سے یہ سمجھا کہ یہ عکاشہ بھی "وہب" کے لڑکے ہیں، اور انھیں اس کا علم نہیں ہوا کہ یہ ان کے ماں شریک (اخیافی) بھائی ہیں نہ کہ حقیقی]۔

۵- **علی** بن الحسين بن عبد الرحمن بن فهم عن أحمد، شيخُ الطحاوى [ع۲:۱٦۴] : الصواب حدثنا على بن الحسين عن الحسين بن عبد الرحمن كمافى الناسخ و المنسوخ لأبى جعفر النحاس ص۱۴، والحسين بن عبد الرحمن هو الحسين بن محمد بن عبد الرحمن بن فهم وقد تقدم ، ولم ينتبه له السندى فقال لم أر من ترجمه وقد حكى القرشى قصة عن ابن حنبل برواية الطحاوى قال : سمعت على بن الحسين أبا عبيد القاضى يقول حدثنى ابن فهم ۔۔الخ (جواہر ۲/ ۲۲۱) [۱۷۷]۔[علی بن حسین بن عبد الرحمن بن فہم، امام طحاوی کے استاذ ہیں، روایت کیا ہے احمد (بن حنبل) سے، (شرح معانی الآثار: ۲/ ۱٦۴)۔ صحیح حدثنا علی بن الحسین عن الحسین بن عبد الرحمن ہے جیسا کہ ابو جعفر نحاس کی کتاب "الناسخ والمنسوخ: ص ۱۴" میں ہے، اور حسین بن عبد الرحمن، یہ حسین بن محمد بن عبد الرحمن بن فہم ہیں، ان کا ذکر گزر چکا ہے، اور سندی کو اس پر تنبہ نہیں ہوا اس لئے انھوں نے کہدیا کہ: میں نے نہیں پایا کسی کو جس نے ان کا ترجمہ کیا ہو، (یعنی سند "علی بن الحسین" کے بجائے "علی عن الحسین بن عبد الرحمن" ہے، جیسا کہ "الناسخ والمنسوخ" میں ہے، اور حسین بن عبد الرحمن یہ حسین

بن محمد بن عبد الرحمن ہیں ، جن کا ذکر گزر چکا ہے، اسی لئے کشف الاستار اور تراجم الاحبار میں حسین بن عبد الرحمن کا ذکر نہیں ہے ، ابو تراب سندی اور مولانا ایوب صاحب کو اس کا تنبہ نہیں ہوا کہ یہ بھی سند میں بحیثیت ایک راوی مذکور ہیں ، تفصیل گزر چکی ہے)اور قرشی نے طحاوی کی روایت سے احمد بن حنبل سے ایک واقعہ نقل کیا ہے، کہا کہ میں نے علی بن حسین ابو عبید قاضی کو کہتے ہوئے سنا کہ مجھ سے ابن فہم نے روایت کیا۔۔الخ۔(واقعہ کی تفصیل یہ ہے:" حَدثنِي ابْن فهم حَدثنِي ابْن زَنْجوَيْه حَدثنِي أَحْمد ابْن حَنْبَل قَالَ كنت فِي مجْلِس أبي يُوسُف القَاضِي حِين أَمر ببشر المريسي فجر بِرجلِهِ فَأخْرج ثمَّ رَأَيْته بعد ذَلِك فِي الْمجْلس فَقيل لَهُ على مَا فعل بك رجعت إِلَى الْمجْلس فَقَالَ لست أضيع حظي من الْعلم لما فعل بِي بالْأَمْس "[احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ میں قاضی ابو یوسفؒ کی مجلس میں موجود تھا جس وقت انھوں نے بشر مریسی کے بارے میں حکم دیا تو انھیں پیر سے گھسیٹ کر باہر کیا گیا پھر دوسرے دن میں نے ان کو مجلس میں دیکھا تو گزشتہ روز کے واقعہ کے بارے میں ان سے کہا گیا: آپ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا گیا اور آپ پھر مجلس میں لوٹ آئے، تو انھوں نے جواب دیا، کل کے واقعہ کی وجہ سے میں علم کے اپنے حصہ کو ضائع کرنے والا نہیں ہوں](الجواہر المضیۂ فی طبقات الحنفیہ لعبد القادر القرشی:۲/۲۲۱)۔خ اعظمی مدنی۔

۶- **محمد** بن بحر مطر البغدادی ، شیخ الطحاوی: ذكره الخطيب فی تاريخه وقال: هو أبوبكر البزار سمع يزيد بن هارون و شجاع بن الوليد ---- ؛ و روى عنه أحمد بن محمد بن عمر المنكدری و أبو جعفر الطحاوی و عثمان بن محمد السمرقندی و أبو كثير محمد بن إبراهيم بن أبی الجهم البصری.قلت : سمع أبو كثير هذا منه بمكة كما يظهر من هذا الكتاب .تاريخ بغداد ج۲ص ۱۰۵۔[۱۴۸]

[محمد بن بحر مطر بغدادی طحاوی کے شیخ ہیں ان کا ذکر خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں کیا ہے، اور کہا ہے کہ یہ ابو بکر بزار ہیں جنھوں نے یزید بن ہارون وغیرہ سے سنا ہے، اور محمد بن مطر سے ابو جعفر طحاوی، احمد بن محمد اور ابو کثیر وغیرہ نے سنا ہے، میں (مولانا اعظمی) نے کہا ابو کثیر نے ان سے مکہ میں سنا ہے، جیسا کہ

اس کتاب (تاریخ بغداد) سے ظاہر ہوتا ہے، تاریخ بغداد ۲/۱۰۵]،

"قلت : ليس هو بالواسطى المذكور فى ميزان الإعتدال و اللسان ، وغفل ابن حجر رحمه الله فقال فى الواسطى : روى عنه الطحاوى اھ ،والحال أن الطحاوى روى عن البغدادى كما نسبه هو فى كتابه"،[مولانا اعظمی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ محمد بن بحر مطروہ واسطی نہیں ہیں جن کا ذکر میزان الاعتدال اور لسان المیزان میں کیا گیا ہے، اور ابن حجر رحمہ اللہ سے یہاں سہو ہو گیا جو انھوں نے واسطی کے متعلق یہ کہا کہ ان سے طحاوی نے روایت کیا ہے، حال یہ کہ طحاوی نے بغدادی سے روایت کی ہے جیسا کہ انھوں نے ان کو اپنی کتاب میں منسوب کیا ہے]۔

(تمام نمونے حیات ابو المآثر ج ۲/ص ۴۶۱ تا ۴۷۳ سے لئے گئے ہیں)۔

علامہ اعظمی رحمہ اللہ کی یہ تصنیف ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکی کہ اس کا نفع عام ہو سکے، جبکہ بعض اہل خیر کی جانب سے طباعت کی خواہش پر اس کے مسودہ کا مقابلہ و تصحیح کا کام کئی سال پہلے ڈاکٹر مسعود احمد مرتب "حیات ابو المآثر" اور راقم الحروف کے ہاتھوں انجام دیا جا چکا ہے،

۲- الاتحافات السنية بذكر محدثى الحنفية:

یہ کتاب بھی علامہ اعظمی رحمہ اللہ کے ابتدائی دور کی ہی تصنیف ہے، جس میں انھوں نے فقہ حنفی پر عمل پیرا محدثین کا ذکر کیا ہے،اس کتاب کی وجہ تالیف خود علامہ اعظمی نے قلمبند کی ہے لکھتے ہیں:"أما بعد ! فإنى سمعت بعض المتسمين بأهل الحديث يقول : إن الحنفية بضاعتهم فى الحديث مزجاة، و جُل صناعتهم الرأى، وليسوا فى شئ مما سواه، وكذلك بعضهم يقولون :إنه ليس لأحد منهم مؤلَف فى التفسير، فلما لم يكن هذا القول منهم إلا التزوير، أخذتنى الأنفة والحمية وحملتنى العصبية المذهبية، على أن أصنف كتابا أجمع فيه المحدثين الأحناف و آخر أفرد فيه بذكر المفسرين من هٰؤلاء الأشراف ------ "[179][میں نے بعض نام نہاد اہل حدیث کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: حدیث میں حنفیہ کا سرمایہ بہت معمولی ہے، اوران کی ساری فنکاری رائے میں ہے، اس

کے ماسوا میں ان کے پاس کچھ نہیں ہے، اسی کے مثل ان کے بعض نے یہ کہا کہ تفسیر میں ان کی کوئی تالیف نہیں ہے، اور چونکہ ان کا یہ قول کذب بیانی کے سوا کوئی واقعیت نہیں رکھتا تو مجھے غیرت و حمیت آئی، اور مذہبی عصبیت نے مجھے برانگیختہ کیا کہ میں ایک کتاب تصنیف کروں جس میں محدثین احناف کو جمع کر دوں اور دوسری کتاب تالیف کروں جس میں احناف مفسرین کا ذکر کروں]۔

اس کتاب میں ان محدثین احناف کا بھی ذکر ہے جن کا شمار رواۃ حدیث میں ہوتا ہے اور ان کی روایتیں حدیث کی کتابوں میں موجود بھی ہیں، کتاب میں مذکور رجال کی ترتیب، حروف تہجی کے اعتبار سے ہے، سب سے زیادہ تذکرے حرف ہمزہ کے تحت ہیں تقریباایک سو بیس(۱۲۰)افراد کا ذکر، اور اس کے بعد سب سے زیادہ تذکرے حرف "ع" کے تحت ہیں، رواۃ کے احوال کے ساتھ ان کے بارے میں منقول جرح و تعدیل کو بھی ذکر کیا گیا ہے، مگر افسوس کہ یہ کتاب ناتمام، غیر مطبوع ہے، اور ہم نے اس کتاب سے متعلق مذکورہ تفصیلات "حیات ابو المآثر: جلد ثانی صفحہ ۴۷۵-۴۷۹" از ڈاکٹر مسعود احمد الاعظمی سے اخذ کی ہیں، اور آگے اس کتاب میں مذکور تراجم کے چند نمونے بھی اسی سے لئے گئے ہیں،

نمونے:

۱- **إبراهيم** بن رستم أبوبكر المروزى: تفقه على محمد ، وروى عن أبى عصمة نوح الجامع و أسد البجلى(وهما ممن تفقه على أبى حنيفة)، وسمع من مالك و الثورى وحماد بن سلمة و غيرهم، وقدم بغداد غير مرة فروى عنه أئمة الحديث أبو عبد الله أحمد بن حنبل و غيره، مات بنيسابور قدمها حاجا سنة ۲۱۱ھ إحدى عشرة ومائتين۔

قال أبو المآثر : ذكره الذهبى فى الميزان ، قال : إبراهيم بن رستم عن حماد بن سلمة ،قال ابن عدى منكر الحديث ، و قال أبو حاتم : كان يرى الإرجاء ، ليس بذاك ، محله الصدق ، وروى عثمان الدارمى عن ابن معين ثقة ، قلت : وله عن الليث بن سعد و يعقوب القمى وعنه الحسين بن الحسن بلديه، ومحمد بن عبد الرحمن السعدى وهو خراسانى مروزى جليل ، اھ[۱۸۰]

[ابراہیم بن رستم ابو بکر المروزی: انھوں نے فقہ امام محمد رحمہ اللہ سے حاصل کی، اور ابو عصمہ نوح الجامع اور اسد البجلی سے روایت کی ہے، اور ان دونوں کا شمار ان لوگوں میں ہے جنھوں نے امام ابو حنیفہؒ سے فقہ حاصل کیا، نیز ابراہیم نے امام مالک، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ اور ان کے علاوہ لوگوں سے حدیثیں سنی ہیں، بغداد کئی بار آئے، چنانچہ ائمۂ حدیث ابو عبد اللہ احمد بن حنبلؒ وغیرہ نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں، حج سے واپس ہوتے ہوئے نیشاپور آئے، اور وہیں ۲۱۱ھ میں ان کی وفات ہوئی]۔

[ابو المآثر الاعظمی نے کہا: امام ذہبی نے ان کا ذکر میزان میں کیا ہے، انھوں نے کہا: ابراہیم بن رستم، انھوں نے حماد بن سلمہ سے حدیث روایت کی ہے، ابن عدی نے کہا کہ یہ منکر الحدیث ہیں، اور ابو حاتم نے کہا کہ ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے، لائق نہیں ہیں، ان کا محل صدق ہے[۱۸۱]، اور عثمان دارمی نے ابن معین سے ان کے ثقہ ہونے کو نقل کیا ہے، میں (ابن حجر) نے کہا: لیث بن سعد اور یعقوب القمی سے ان کی روایت ہے، اور ان سے حسین بن حسن اور محمد بن عبد الرحمن سعدی نے روایت کی ہے، جلیل المرتبت خراسانی مروزی ہیں]۔ انتہی۔

خطیب نے نقل کیا ہے کہ "كَانَ إِبْرَاهِيم بْن رستم من أهل كرمان، ثم نزل مرو فِي سكة الدباغين، وكَانَ إِبْرَاهِيم أولا من أصحاب الحَدِيث فحفظ الحَدِيث، فنقم عَلَيْهِ من أحاديث فخرج إِلَى مُحَمَّد بْن الْحَسَن وغيره من أهل الرأي، فكتب كتبهم وحفظ كلامهم فاختلف الناس إليه، وعرض عَلَيْهِ القضاء فلم يقبله، فدعاه المأمون فقربه منه وحدثه، وأتاه ذو الرياستين إِلَى منزله مسلما، فلم يتحرك له، ولا فرق أصحابه عنه فَقَالَ له إشكاب: - وكَانَ رجلا متكلما- عجبا لَكَ، يأتيك وزير الخليفة فلا تقوم له و تقوم من أجل هؤلاء الدباغين عندك؟! فَقَالَ رَجُل من أولئك المتفقهة: نحن من دباغي الدين الَّذِي رفع إِبْرَاهِيم بْن رستم حتى جاءه وزير الخليفة! فسكت إشكاب"[۱۸۲]۔

[ابراہیم بن رستم کرمان کے رہنے والے تھے، پھر مرو آئے اور دباغین کے محلہ میں سکونت اختیار کی، اور یہ ابراہیم پہلے اصحاب حدیث سے تھے، حدیثیں حفظ کیں، ان کی کچھ حدیثون پر نقد کیا گیا تو اہل فقہ

محمد بن الحسن وغیرہ کے پاس چلے گئے، اور ان کی کتابوں کو لکھا اور ان کے اقوال کو محفوظ کیا، تو لوگ اان کے پاس جمع ہونے لگے، قضا کا عہدہ ان کو پیش کیا گیا انھوں نے قبول نہیں کیا، پھر خلیفہ مامون نے ان کو بلالیا، اپنے قریب کیا اور ان سے حدیثیں بیان کیں، اور وزیر ان کی زیارت کے لئے ان کے مکان پر آیا تو نہ یہ اپنی جگہ سے ہلے اور نہ ہی اپنے تلامذہ کو ہٹایا، تو اشکاب نے ان سے کہا: تعجب ہے کہ خلیفہ کا وزیر آپ کے پاس آتا ہے اور آپ اس کے لئے کھڑے نہیں ہوتے، اور اپنے پاس موجود ان چمڑے کا کام کرنے والوں کے لئے کھڑے ہوتے ہیں؟ تو ان کے پاس موجود فقہ کا علم حاصل کرنے والوں میں سے ایک نے ان کو جواب دیا: ہم اس دین کے دباغ ہیں جس نے ابراہیم بن رستم کو اس بلند مقام تک پہونچایا کہ خلیفہ کا وزیر ان کے پاس آتا ہے، تو اشکاب خاموش ہو گئے]۔خ

۲- **أحمد** بن محمد بن حامد أبو بكر الطواويسی: الفقيه الفاضل الورع الزاهد الثقة، قال السمعانی: كان من عباد الله الصالحين، يروی عن محمد بن نصر المروزی و محمد بن الفضل البلخی، وأثنی عليه أبو سعد الإدريسی فی كتاب الكمال اهـ۔ مات سنة أربع و أربعين و ثلث مائة بسمرقند، ذكره ابن خلكان فی وفيات الأعيان، و الشيخ محمد طاهر فی المغنی، والكفوی فی الطبقات، وكذلک علی القاری والعلامة اللكنوی فی الفوائد والنافع الكبير، والسيوطی فی حسن المحاضرة۔[۱۸۳]

احمد بن محمد بن حامد، ابو بکر طواویسی، متقی، فقیہ اور ثقہ ہیں، ان کے بارے میں سمعانی نے کہا کہ اللہ کے صالح بندوں میں ہیں، اور ابو سعد ادریسی نے الکمال میں ان کی تعریف کی ہے، محمد بن نصر مروزی اور محمد بن فضل بلخی سے روایت کی ہے، ان کا ذکر سمعانی، ابو سعد ادریسی، ابن خلکان، محمد طاہر پٹنی، کفوی، ملا علی قاری، سیوطی اور علامہ لکھنوی سب نے کیا ہے، ۳۴۴ھ میں وفات ہوئی، مقام وفات سمرقند ہے۔

۳- **أحمد** بن الشمس محمد بن القطب محمد بن السراج البخاری الأصل المكی الحنفی: توفی فی سنة ۹۵۱ بجدة يوم السبت عاشر ربيع الثانی، وحمل إلی مكة، وكان مولده فی صفر سنة ۸۸۳ هـ بمكة و قرأ علی السخاوی سنن أبی داؤد و الشفاء ودخل القاهرة مرارا

، وسمع الحديث فيها على جماعة ، منهم الحافظ الديلمی و الجلال السيوطی، وولی المناصب الجليلة كالقضاء والإمامة والمشيخة، كذا فی النور السافر،[۱۸۴]

احمد بن شمس محمد حنفی ہیں، صفر ۸۸۳ھ کو مکہ مکرمہ میں ولادت ہوئی، اور ۱۰/ ربیع الثانی بروز شنبہ، ۹۵۱ھ کو جدہ میں وفات ہوئی، علامہ سخاوی سے سنن ابو داؤد اور کتاب الشفاء پڑھی، بارہا قاہرہ کا سفر کیا اور وہاں کے علماء، حافظ دیلمی اور جلال الدین سیوطی وغیرہ سے حدیثیں سنیں، اور قضا وغیرہ عالی منصبوں پر فائز کئے گئے (النور السافر)۔

۳- تحقیق وتعلیق علی تلخیص خواتم جامع الاصول:

تلخیص خواتم جامع الاصول، تذکرہ رجال پر مشتمل محدث عظیم محمد طاہر پٹنی کی تالیف ہے، جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے، مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ نے اسی تلخیص کو اپنی تحقیق وتعلیق سے آراستہ کیا ہے، تحقیق وتعلیق کے وقت ان کے سامنے اس کتاب کے چار نسخے تھے، ایک رضالائبریری رامپور کا، دوسرا مکتبہ خدابخش بانکی پور کا، تیسرا مکتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو کا اور چوتھا مؤلف کے شہر پٹن کا، جسے پورہ معروف مئو کے علماء میں سے کسی نے نقل کیا تھا۔

محقق اعظمیؒ نے حسب ضرورت اسماء کا ضبط کیا ہے اغلاط کی تصحیح اور مشکلات کی توضیح کی ہے، موقع کی مناسبت سے بعض اہم معلومات کا اضافہ بھی کیا ہے۔

نمونے:

۱- **بلال بن یسار:** هو بلال بن يسار بن زيد مولى النبی ﷺ، وليس بزيد بن حارثة والد أسامة، روى عن أبيه عن جده، روى عنه عمر بن مرة۔[۱۸۵]

"وليس بزيد بن حارثة" پر تعلیق کرتے ہوئے مولانا اعظمیؒ لکھتے ہیں: "هذا هو الصواب، وقد حرفه الناسخ فكتب "وقيس بن زيد بن الحارث" وهو من أغرب التحريفات، ثم وجدت فی جامع الأصول كما استصوبت" زید بن حارثہ یہی صحیح ہے، اور ناقل نے اس میں تحریف کر دیا اور یہ لکھ

دیا"و قیس بن زید بن الحارث" اور یہ نوادر تحریفات سے ہے، پھر میں نے جامع الاصول میں ایسا ہی پایا جسے میں نے صحیح سمجھا۔

۲- **رافع** بن عدی: هو أبو عبد الله و أبو خديج [رافع بن خديج بن] رافع بن عدى بن تزيد الأنصارى الأوسى، لم يشهد بدرًا لصغره----------الخ۔[۱۸۶]

"ابن تزید" پر تعلیق کرتے ہوئے لکھا ہے:"تحرف فى الأصل فصار "زيد" و تحرف كذلك فى الاستيعاب على هامش الإصابة فصار "يزيد" بالتحتانية، وإنما الصواب بالفوقانية ،راجع اللباب لابن الأثير وهو تزيد بن جثم وجامع الأصول"۔[۱۸۷]

اصل میں تحریف ہو کر [زید] ہو گیا ہے، اور اصابہ کے ہامش پر مطبوع استیعاب میں تحریف ہو کر [یزید] ہو گیا ہے، اور صحیح تاء کے ساتھ [تزید] ہے، اور یہ تزید بن جشم ہیں، ابن الاثیر کی اللباب اور جامع الاصول کی جانب رجوع کر لیں۔

۳- **وكيع** : هو أبوسفيان وكيع بن الجراح الكوفى، سمع إسماعيل بن أبى خالد و هشام بن عروة و الأعمش و ابن جريج و الأوزاعى و الثورى و شعبة، روى عنه ابن المبارك و قتيبة بن سعيد و أحمد بن حنبل و يحيى بن معين و على بن المدينى و هو من مشائخ الحديث الثقات، ولد سنة تسع و عشرين و مائة، و مات سنة سبع و تسعين و مائة يوم عاشوراء۔[۱۸۸]

" و هو من مشائخ الحديث الثقات" پر تعلیق کرتے ہوئے وضاحت و اضافہ کیا ہے:" المعمول بحديثهم المرجوع إلى قولهم ، كبير القدر، قال ابن معين : ما رأيت أفضل من وكيع، و كان يفتى بقول أبى حنيفة و كان قد سمع منه شيئا كثيرا، كذا فى جامع الأصول"[یعنی امام وکیع بن الجراح ان ثقہ مشائخ حدیث میں شمار ہوتے ہیں جن کی روایت کردہ حدیثوں پر عمل کیا گیا ہے، ان کے قول کی جانب رجوع کیا گیا ہے، عالی مرتبہ ہیں، یحییٰ ابن معین نے ان کے بارے میں کہا: میں نے وکیع سے افضل کسی کو نہیں دیکھا، نیز امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر فتوی دیتے تھے، اور ان سے بہت زیادہ علم

کی سماعت کی ہے، جامع الاصول میں ایسے ہی ہے](ص ۴۴۱)۔

اس کے علاوہ اسماء الرجال کے بارے میں مولانا اعظمی کے تبحر و تعمق اور وسعت علم کی کثیر مثالیں ہیں جو مذکورہ ہر سہ کتب نیز دیگر کتب حدیث و رجال (مسند حمیدی، سنن سعید بن منصور، کتاب الزہد والرقاق، مصنف عبد الرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، تلخیص خواتیم جامع الاصول، کتاب الثقات لابن شاہین وغیرہ) پر آپ کی تحقیقات و تعلیقات میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

فن رجال میں ہندوستانی علماء کی مستقل تصنیفی خدمات کا یہ مختصر تذکرہ ہے، جن کے ذکر میں حتی الوسع ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے، جو تصنیفات یا ان کے متعلق دیگر ذرائع سے تفصیلات دستیاب ہوئیں، ان کے منہج تالیف اور نمونہائے تراجم بھی ذکر کر دیئے گئے ہیں، اور جو کتابیں دستیاب نہ ہو سکیں یا ان کے متعلق معلومات فراہم نہ ہو سکیں، ان کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں کی گئی ہے، ہندوستانی علماء نے کتب حدیث کی اپنی شروحات کے ضمن میں رجال پر جو کلام کئے ہیں ان کے تذکرے سے بھی تعرض نہیں کیا گیا ہے اور نہ ہی استیعاب مقصود رہا، بلکہ بسہولت جن کی معلومات فراہم ہو سکیں ان کا ہی تذکرہ کیا گیا ہے، واللہ أعلم وعلمہ اتم واکمل۔

خورشید احمد اعظمی مدنی

۲۷/ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۱/ مئی ۲۰۲۰ء یوم خمیس

حواشی

[۱] النحل:۴۴

[۲] الحشر:۷

[۳] آل عمران:۳۲

[۴] مشکاۃ المصابیح:اس حدیث کی سند میں اگرچہ ایک راوی، مجالد بن سعید ہیں جنھیں ضعیف کہا گیا ہے، مگر حدیث قوی اور حسن ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل حدیث رقم ۱۵۸۹،

[۵] صحیح مسلم

[۶] صحیح بخاری

[۷] سنن ترمذی:۲۶۵۶،باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، سنن ابو داؤد:۳۶۶۰باب فضل نشر العلم وغیرہ کتب حدیث۔

[۸] نصرۃ الحدیث:ص ۲۲

[۹] السنۃ قبل التدوین:ص۱۶۱

[۱۰] صحیح مسلم:حدیث:۳۰۰۴،کتاب الزہد،باب التثبت فی الحدیث وحکم کتابۃ العلم

[۱۱] مسند احمد بن حنبل،بتحقیق شعیب ارناووط:۱۱/۵۷

[۱۲] صحیح مسلم:(مقدمہ صحیح مسلم مع شرح النووی:۱/۶۲تا۷۲)

[۱۳] صحیح مسلم:ایضاً

[۱۴] سنن ابن ماجہ:۲۷۲۴

[۱۵] صحیح مسلم:ح۲۱۵۳

[۱۶] مسند احمد بن حنبل:۱/۶۵

[۱۷] سنن ابو داؤد:۱۵۲۱،باب الصلاۃ،باب فی الاستغفار

[18] تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۷
[19] دیکھئے مغنی المحتاج الی شرح مقدمۃ مسلم بن الحجاج: ۱۲۲
[20] الفصل فی الملل والاھواء والنحل: الجزء الثانی / ص ۱۳۵
[21] مقدمہ مفتاح کنوز السنہ: ص (ق)
[22] تفصیل کے لئے نزہۃ الخواطر، نیز الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند مصنفہ مولانا عبد الحیی حسنیؒ کا مراجعہ کیا جائے
[23] تاریخ اسلام للذہبی: ۱۴/ ۶۳۶، البلغۃ فی تراجم ائمۃ النحو واللغۃ لمجد الدین الفیروز آبادی: ۱/ ۱۱۷، الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ لمحمد عبد الحیؒ اللکنوی: ص ۸۲، الاعلام للزرکلی: ۲/ ۲۱۴، معجم المؤلفین لعمر بن رضا دمشقی: ۳/ ۲۷۹۔
[24] نزہۃ الخواطر: ۱/ ۹۱۔
[25] تذکرہ علماء ہند: ص ۸۶، نیز دیکھئے مآثر الکرام فی تاریخ بلگرام: ص ۲۸۳۔
[26] آب کوثر: ص ۸۱
[27] تاریخ اسلام: ۱۴/ ۶۳۶۔
[28] آب کوثر: ص ۸۱
[29] تاریخ الاسلام تحقیق بشار عواد: ۱۴/ ۶۳۶
[30] الاعلام للزرکلی
[31] فتح الباری: ۶/ ۱۶۵
[32] فیض الباری: ۳/ ۳۵۷
[33] مقدمۃ المصنف
[34] در السحابۃ: ۱۲
[35] فتوح الشام للبلاذری: ۱/ ۵۹
[36] ایضاً: ۱/ ۱۲۱
[37] البدایہ والنہایۃ: ۷/ ۶۰
[38] فتوح البلدان، نیز البدایہ ولانہایہ: ۷/ ۵

[39] درالسحابۃ: ص۱۸، محقق کتاب نے اس پر کوئی حاشیہ تحریر نہیں کیا ہے
[40] الاکمال فی رفع الارتیاب ۱/۵۵۶
[41] تاریخ دمشق لابن عساکر ۵۸/۷
[42] درالسحابہ: ص۹۲
[43] الاصابہ: ۲/۴۴۵
[44] درالسحابۃ: ص۹۶
[45] سورۃ الزخرف: ۳۱
[46] الطبقات الکبریٰ لابن سعدت ۲۳۰ھ
[47] الاصابہ: ۲/۴۷۰
[48] الاصابہ: ترجمۃ داؤد بن عروۃ بن مسعود الثقفی/۲۴۲۰
[49] مقدمۃ التحقیق: ص۲۶
[50] مقدمۃ التحقیق: ۲۳
[51] ص۴۱
[52] ص۲۵۰
[53] دیکھئے مقدمۃ المحقق: ص۲۵، نیز مقدمۃ المؤلف: ص۴۸
[54] ص۶۷
[55] واو اور تاء کے فتحہ کے ساتھ اور ان کے مابین راء ساکنہ اور تاء کے بعد نون ثقیلہ ہے، ورتنیں کی جانب منسوب ہے، سمعانی کا گمان ہے کہ یہ حران کا کوئی گاؤں ہے (انساب: ۵۱۵۸-:۱۳/۳۰۷) اور لب اللباب میں سیوطی نے لکھا ہے کہ یہ خراسان کا ایک گاؤں ہے (۱/۲۷۳)، واللہ اعلم، اعظمی مدنی
[56] فتح الباری شرح صحیح بخاری: ۱/۳۸۷
[57] ص۹۰

[58] اعظمی مدنی

[59] ص:۹۰

[60] اعظمی مدنی

[61] ص:۹۰

[62] تبویب الجامع الکبیر والصغیر

[63] مقدمۃ المؤلف

[64] ایضاً

[65] ایضاً

[66] مقدمہ فتح الباری کی مکمل عبارت یہ ہے:تستر مدينة من بلاد فارس وهو بضم أوله وسكون ثانيه وفتح المثناة وضبطه البكري بفتح أوله وضم ثالثه(ص۹۳،فصل:ت س)اعظمی مدنی

[67] شرح صحیح مسلم میں نوویؒ کی عبارت اس طرح ہے:التستري هو بضم التاء الأولى وأما التاء الثانية فالصحيح المشهورفتحها،---وذكر القاضي في المشارق أنها مضمومة كالأولى قال وضبطها الباجي بالفتح قال السمعاني هي بلدة من كور الأهواز(۲۱۶/۱۶)اعظمی مدنی

[68] المغنی:ص۷۰

[69] ص۲۶۲

[70] معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم:۱۸۶۹/۴

[71] ص۲۷۴

[72] تہذیب الکمال:۹۴/۲۰،ترجمہ رقم ۳۹۳۵

[73] تذکرۃ الموضوعات:ص۲۳۰

[74] ص:۲۳۱

[75] ص۲۳۱

[۷۶] بین القوسین اضافہ از اعظمی مدنی

[۷۷] قانون الموضوعات فی ذیل تذکرۃ الموضوعات: ص ۲۷۰

[۷۸] ص: ۳۰۹)

[۷۹] ص ۳۰۱

[۸۰] خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال: ۱/۴۰۳

[۸۱] جامع الاصول: ۱/۳ مقدمۃ المؤلف بتحقیق عبد القادر الارناؤوط

[۸۲] جامع الاصول: ۹/۱۰۹

[۸۳] تلخیص خواتم جامع الاصول: ص (د)

[۸۴] تلخیص خواتم جامع الاصول: ص: ۱۸

[۸۵] تلخیص خواتم جامع الاصول: ص: ۴۶

[۸۶] جامع الاصول: ۱۲/۱۸۵

[۸۷] ص: ۳۲۵

[۸۸] جامع الاصول: ۱۲/۳۸۷

[۸۹] تاریخ اسلام للذہبی، تاریخ دمشق لابن عساکر

[۹۰] دیکھئے: الاصابہ لابن حجر، والاستیعاب لابن عبد البر و معرفۃ الصحابہ لابی نعیم

[۹۱] السیرۃ الحلبیہ: ۳/۱۴۴، و دیگر کتب سیر و تواریخ

[۹۲] تلخیص خواتم جامع الاصول: ۲/۴۵۱

[۹۳] ایضاً: فی الاستیعاب : فلما أخذ رسول الله ﷺ البیعة علی النساء ---- فلما قال: ولا یقتلن الخ

[۹۴] الاصابہ: ۴/۳۷۲

[۹۵] ایضاً

[۹۶] "وکانت وفاته فی سنة أربع بعد الألف، کما فی گُلزارأبرار"، ماخوذ از نزہۃ الخواطر: ۵/۵۴۶ تا ۵۴۸

[97] الحطہ بذکر الصحاح الستۃ
[98] الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند: ص۱۲۷
[99] ص:۱۲۶
[100] الحطہ فی ذکر الصحاح الستۃ: ۱/۱۴۵
[101] آب کوثر
[102] ص۱۴۴
[103] مقدمۃ لمعات التنقیح از مؤلف، بتحقیق العالم التقی النقی مولانا الشیخ ڈاکٹر تقی الدین الندوی: ص۸۹
[104] لمعات التنقیح، مقدمۃ المحقق: ۱/۲۵
[105] مشکاۃ المصابیح: ص۶۲۸
[106] تذکرہ علماء ہند، ترجمہ از مولانا زین العابدین معروفی: ص۳۶۶
[107] نزہۃ الخواطر: ۷/۱۱۰۸
[108] نزہۃ الخواطر: ۷/۱۱۱۲
[109] تذکرہ علماء ہند: ص۳۶۸
[110] ایضاً
[111] اعظمی مدنی
[112] علم میں رہے کہ مولانا عبد الحیؒ نے اپنی کتاب "الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند" کے عنوان "کتبہم فی أسماء الرجال" میں سید مرتضی زبیدی کا ذکر نہیں کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسماء الرجال میں ان کی کوئی تصنیف نہیں ہے، اعظمی مدنی۔
[113] نزہۃ الخواطر: ۷/۱۱۰۵
[114] ایضاً: ۱۰۳۰
[115] نزہۃ الخواطر: ۷/۱۰۳۰ھ
[116] ص: ۱۴۴

[117] نزہۃ الخواطر: ۷/ ۱۰۴۴
[118] نزہۃ الخواطر: ۷/ ۱۰۳۶
[119] ایضاً
[120] ص: ی، نیز الرسالۃ المستطرفۃ: ص ۲۱۱
[121] نزہۃ الخواطر: ۸/ ۱۱۷۲، الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند: ص ۱۴۴
[122] ص: ۱۴۴
[123] نزہۃ الخواطر: ۸/ ۱۱۸۳, نیز الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند: ص ۱۴۴
[124] ماخوذ از مقالہ محمد تنزیل صدیقی / واقعہ میگزین، کراچی، مارچ، اپریل ۲۰۱۳۔
[125] کشف الاستار: ص ۲
[126] الواقعہ میگزین کراچی، مارچ اپریل ۲۰۱۳۔
[127] کشف الاستار عن رجال معانی الآثار: ص ۴
[128] ایضاً: ص: ۳۳
[129] دیکھئے تعجیل المنفعۃ لابن حجرؒ: ص ۱۲۸ ترجمہ ۳۱۳، ص ۴۱۸ ترجمہ ۱۰۹۴
[130] اعظمی مدنی
[131] التاریخ الکبیر للبخاریؒ، ترجمہ نمبر ۹۸۳
[132] تعجیل المنفعۃ: ص ۴۱۸
[133] مسند الامام احمد بن حنبل، حدیث رقم ۱۲۳۵
[134] کشف الاستار ص: ۹۲
[135] نخب الافکار: ۱۵/ ۲۶۱
[136] تراجم الاحبار: ۴/ ۴۶۵
[137] کتاب میں ایسا ہی "الانصاف" لکھا ہے، اور غالبا یہ ابن حزمؒ کی کتاب "الایصال الی فہم کتاب الخصال" ہے، جیسا کہ لسان المیزان میں بھی "الایصال" کی صراحت ہے۔

[۱۳۸] کشف الاستار: ص:۱۱۱۔
[۱۳۹] حاشیہ مولانا محمد ایوب سہورن پوری علی شرح معانی الآثار: ۲/ ۸۶
[۱۴۰] نخب الافکار: ۱۵/ ۵۲۸
[۱۴۱] نمبر ترجمہ ۸۳۳۳
[۱۴۲] لسان المیزان: ۸/ ۳۷۳، تحقیق الاستاذ عبد الفتاح ابو غدۃؒ
[۱۴۳] الواقعہ میگزین کراچی، مارچ اپریل ۲۰۱۳۔
[۱۴۴] نزہۃ الخواطر: ۸/ ۱۱۹۶
[۱۴۵] نزہۃ الخواطر: ۸/ ۱۱۹۶)،
[۱۴۶] نثر الجواہر والدرر فی علماء لا قرن الرابع عشر: ۱/ ۱۶۲
[۱۴۷] الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام: ۱/ ۱۸، مقدمۃ الامام الندویؒ۔
[۱۴۸] دبستان دیوبند کی علمی خدمات: ص ۱۶۹
[۱۴۹] تفصیل کے لئے آپ بیتی از شیخ الحدیثؒ، نیز الابواب والتراجم، مقدمہ از ولی الدین الندوی کا مراجعہ کیا جاسکتا ہے
[۱۵۰] الابواب والتراجم: ص ۷۵، مقدمہ از ڈاکٹر ولی الدین ندوی
[۱۵۱] ماخوذ باختصار از مقالہ معاذ احمد ندوی کاندھلوی: مجموعہ مقالات "ہندوستان اور علم حدیث" ص ۱۴۷
[۱۵۲] مقدمہ تراجم الاحبار: ص ب
[۱۵۳] خطبۃ الکتاب: الجزء الأول ص ۱
[۱۵۴] خطبۃ الکتاب: ص ب
[۱۵۵] مقدمۃ تراجم الاحبار
[۱۵۶] تراجم الاحبار: ج ۱/ ص ۴
۱۳۸–ص ۵۸، مولانا ابو تراب صاحب نے ان کی تاریخ وفات ۲۸۵ھ لکھی ہے۔
[۱۵۸] تاریخ ابن یونس مصری: ۱/ ۲۱۔

[159] سیر اعلام النبلاء ۱۳/ ۳۳۵۔

[160] ۱/ ۱۷۳

[161] ۱/ ۱۳۵

[162] ج ۱/ ص ۲۹۶

[163] تہذیب التہذیب: ۱۱/ ۲۱۹

[164] سنن سعید بن منصور: القسم الثانی من المجلد الثالث، تعلیق ۲

[165] مسند حمیدی: ۱/ ۱۰۳، حدیث: ۲۰۴

[166] حیات ابو المآثر: ۲/ ۳۷۴، نیز دیکھئے ج ۱/ ص ۱۷۸

[167] حیات ابو المآثر: ۲/ ۳۷۴

[168] ماخوذ از حیات ابو المآثر: ۲/ ۴۶۳-۴۶۴، کچھ ترمیم کے ساتھ

[169] حیات ابو المآثر: ۲/ ۴۶۵

[170] حیات ابو المآثر: ۲/ ۴۶۷

[171] اعظمی مدنی

[172] بکسر الراء (الانساب)

[173] حیات ابو المآثر: ۲/ ۴۶۸

[174] الانساب للسمعانی: ۶/ ۱۰۸

[175] اعظمی مدنی

[176] حیات ابو المآثر: ۲/ ۴۶۹

[177] حیات ابولمآثر: ۲/ ۴۷۰

[178] حیات ابو المآثر: ۲/ ۴۷۱

[179] حیات ابولمآثر: ۲/ ۴۷۵

[۱۸۰] حیات ابو المآثر:۲/ ۴۷۶

[۱۸۱] مزید یہ بھی کہا: وکان آفته الرأي، وكان يذكر بستر وعبادة یعنی ان کی مصیبت فقہ تھی، عدالت وعبادت میں معروف تھے، ارجاء سے مراد یہ ہے کہ ایمان بمعنی تصدیق کے کم یا زیادہ ہونے کے قائل نہیں تھے۔

[۱۸۲] تاریخ بغداد:۶/ ۷۰۔ اعظمی مدنی

[۱۸۳] ایضاً

[۱۸۴] حیات ابو المآثر:۲/ ۴۷۷

[۱۸۵] تلخیص خواتم جامع الاصول: ص ۶۰

[۱۸۶] ایضاً: ص ۱۳۲

[۱۸۷] ایضاً

[۱۸۸] ص ۱۴۴

****

مراجع

القرآن الکریم
الابواب والتراجم: از شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلویؒ ۱۴۰۲ھ
ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل از محمد ناصر الدین البانی
اسامی شیوخ البخاری وکناہم وتواریخ وفیاتہم۔ تالیف رضی الدین حسن بن محمد صغانیؒ (۵۷۷-۶۵۰ھ)
الاصابہ فی تمییز الصحابہ، تصنیف حافظ ابن حجر عسقلانی
الأعلام از خیر الدین محمود بن محمد، زرکلی دمشقی متوفی ۱۳۹۶ھ
الاعلام بمن فی الہند من الاعیان = نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر للشیخ عبد الحیٔ الحسنیؒ ۱۳۴۱ھ
اوجز المسالک، تصنیف شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلویؒ
آب کوثر: از شیخ محمد اکرام
آپ بیتی، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی (۱۳۱۵-۱۴۰۲ھ)
البلغۃ فی تراجم ائمۃ النحو واللغۃ، از مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب فیوزآبادی ۸۱۷ھ
تاریخ الاسلام، امام ابو عبد اللہ شمس الدین ذہبی (۷۴۸ھ = ۱۳۴۷م)
تاریخ بغداد از خطیب بغدادی احمد بن علی ۴۶۳ھ
تاریخ دمشق لابن عساکر ابو القاسم علی بن حسن ۵۷۱ھ
تاریخ یحیی بن معین بن عون ۲۳۳ھ
تذکرۃ الحفاظ، امام ابو عبد اللہ شمس الدین ذہبی (۷۴۸ھ = ۱۳۴۷م)
تذکرہ علماء ہند، تالیف مولانا محمد عبد الشکور معروف بہ رحمن علی (۱۲۴۴ھ = ۱۸۲۹م-۱۳۲۵ھ = ۱۹۰۷م)
تراجم الاحبار من رجال شرح معانی الآثار، تالیف مولانا محمد ایوب سہارن پوری (۱۳۱۸-۱۴۰۷ھ)

تلخیص خواتم جامع الاصول از امام محمد بن طاہر بن علی پٹنی (۹۱۳-۹۸۶ھ)
تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ، از علی بن احمد بن علی بن عبد الرحمن ابن عراق ۹۶۳ھ
الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، تالیف علامہ محمد عبد الحی الحسنیؒ
الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ از عبد القادر قرشی
الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ، تالیف علامہ محمد صدیق حسن قنوجی (۱۳۰۷ھ)
حیات ابو المآثر، تالیف ڈاکٹر مسعود احمد الاعظمی
در السحابۃ فی بیان مواضع وفیات الصحابۃ۔ تالیف رضی الدین حسن بن محمد صغانی (۵۷۷-۶۵۰ھ)
سنن ابن ماجہؒ ابو عبد اللہ بن یزید القزوینی ۲۷۳ھ
سنن ابو داؤدؒ سلیمان بن اشعث سجستانی ۲۷۵ھ
سنن ترمذیؒ محمد بن عیسی بن ثورۃ ۲۷۹ھ
السیرۃ الحلبیۃ علی بن ابراہیم بن احمد حلبی ۱۰۴۴ھ
شرح مشکل الآثار از ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ امام طحاویؒ ۳۲۱ھ
شرح معانی الآثار مع حاشیہ مولانا محمد ایوب سہارن پوریؒ
شرح معانی الآثار ہندوستانی طباعت
صحیح بخاریؒ از محمد بن اسماعیل ۲۵۴ھ
صحیح مسلمؒ بن الحجاج القشیری ۲۶۱ھ
فتح الباری شرح صحیح البخاریؒ از حافظ اب حجرؒ ۸۵۲ھ
الفصل فی الملل والاہواء والنحل از ابو محمد علی بن احمد بن حزم الاندلسی ۴۵۶ھ
الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیۃ، تالیف امام العلامہ محمد عبد الحی لکھنوی (۱۲۶۴-۱۳۰۴ھ)
فیض الباری: از امام العصر محمد انور شاہ کشمیریؒ ۱۳۵۳ھ
قانون الموضوعات، تالیف امام محمد بن طاہر بن علی پٹنی (۹۱۳-۹۸۶ھ)

کشف الاستار عن رجال معانی الآثار، تالیف شیخ ابو تراب رشد اللہ شاہ سندی ۱۳۴۰ھ
لمعات التنقیح تصنیف شیخ عبد الحق محدث دہلوی ۱۰۵۲ھ
مآثر الکرام فی تاریخ بلگرام، تالیف حسان الہند علامہ میر سید غلام علی آزاد بلگرامی (۱۱۱۶-۱۲۰۰ھ)
مسند امام احمد بن حنبلؒ ۲۴۱ھ
مشکاۃ المصابیح محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی ۷۴۱ھ
معجم المؤلفین از عمر بن رضا بن محمد راغب دمشقی ۱۴۰۸ھ
مغانی الاخیار فی شرح اسامی رجال معانی الآثار از ابو محمد محمود بن احمد بدر الدین عینیؒ ۸۵۵ھ
المغنی فی ضبط الاسماء لرواۃ الانباء، تالیف امام محمد بن طاہر بن علی پٹنی (۹۱۳- ۹۸۶ھ)
مقدمہ مفتاح کنوز السنۃ، ڈاکٹر محمد فؤاد عبد الباقی
مقدمہ صحیح مسلم بن حجاج ۲۶۱ھ
مؤطا امام مالک بن انسؒ مدنی ۱۷۹ھ
نثر الجواہر والدرر فی علماء القرن الرابع عشر، تالیف ڈاکٹر یوسف مرعشلی
نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار از ابو محمد محمود بن احمد بدر الدین عینیؒ ۸۵۵ھ
نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، تالیف علامہ محمد عبد الحی الحسنیؒ ()
نصرۃ الحدیث، تالیف محدث حبیب الرحمن الاعظمی
النور السافر فی اخبار القرن العاشر از محی الدین عبد القادر العیدروس ۱۰۳۸ھ

* *

مؤلف کتاب

نام : خورشید احمد اعظمی

ولادت : ۲۵/دسمبر/۱۹۶۰

وطن مئوناتھ بھنجن، یوپی، انڈیا

ابتدائی وعربی تعلیم : مدرسہ دارالعلوم مئو، یوپی، ۱۳۸۵-۱۳۹۷ھ موافق ۱۹۶۵-۱۹۷۷ء

تکمیل درس نظامی : دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۸ھ موافق ۱۹۷۸ء

تخصص لغت عربیہ : دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، ۱۴۰۰ھ موافق ۱۹۸۰ء

تخصص حدیث : جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، ۱۴۰۲-۱۴۰۵ھ موافق ۱۹۸۲-۱۹۸۵ء

فاضل ادب : عربی فارسی بورڈ الہ آباد، ۱۹۸۸ء

تدریس : مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی، ۱۹۸۱-۱۹۸۲ء

مدرسہ تعلیم الدین مئو، جولائی ۱۹۸۶ - مئی ۲۰۲۳ء

تصنیفات : مغنی المحتاج الی شرح مقدمۃ مسلم بن الحجاج (مطبوع)

فن اسماء الرجال اور ہندوستانی علماء کی خدمات (مطبوع)

مقام صحابیت (غیر مطبوع)

دیگر قلمی کاوشیں : علمی، فقہی واصلاحی مقالات ومضامین وفتوی نویسی